شُکرِ نعمت

حضرت محمد اَحسن بیگ صاحب (حضرت جی)

مدظلہٗ العالی دامت برکاتہم

کا

سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ

میں شمولیت کا واقعہ

بچپن کے واقعات کے ساتھ

(حضرت جی کا بیان)

حصہ اول

الحمدللہ رب العالمین وصلّ اللہ تعالٰی علٰی رسولہ نبی الکریم۔ اما بعد فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے ساتھی ہیں اعجاز صاحب سندھ کے۔ کل انہوں نے فرمایا کہ حضرت جی آپ نے مجھے اپنا حلقے میں آنے کا واقعہ نہیں سنایا تو واقعات سنانے میں انسان کی اپنی ذاتی بات آجاتی ہے۔"میں" آجاتی ہے اس لیے ڈر لگتا ہے۔ کوئی بات ایسی آجائے تو آجائے ورنہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے تکبر سے، غرور سے اور باقی تمام بلاؤں سے، ساری اندرونی اور بیرونی بیماریوں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ آمین۔

واقعہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا فضل ہوا، میرے مولیٰ نے احسان فرمایا والدصاحب نیک صالح بزرگ تھے دین کی باتیں ہم نے الحمدللہ بچپن میں سیکھی ہوئی تھیں (اللہ تعالیٰ کا فضل تھا) ہمارے والد صاحب۔اللہ ان پر رحمت فرمائے مزاج کے بڑے سخت تھے۔ہماری پہلے دو والدہ تھیں ہماری والدہ ان کی تیسری بیوی تھیں۔اپنی والدہ صاحبہ کا واقعہ پہلے بھی ساتھیوں کو سنایا ہے۔وہ ایک عجیب واقعہ ہے ہماری والدہ صاحبہ کا۔ہمارے والد صاحب فرمایا کرتے تھے انہوں نے جو قربانی اولاد کے لئے دی ہے (پہلے والی والدہ صاحبات کی اولاد کے لئے) انبیاء علیہم السلام کی

بیویاں ایسا کیا کرتی تھیں۔ بڑی خدمت کی ہے۔جب ہماری والدہ صاحبہ کی شادی ہوئی تو ہمارے پہلے بہن بھائی چھ تھے جن کے بعد والدہ صاحبہ آئیں۔چھ کے چھ بہن بھائیوں کی شادی کا انتظام والدہ صاحبہ نے خود کیا۔لوگ یہ واقعات کہانیوں میں پڑھتے ہیں۔ میں نے ان گنہگار آنکھوں سے ان کو دیکھا ہے۔ والدہ صاحبہ کو پونے دوسال دفنائے ہوئے ہو گئے تھے۔لگاتار بارش کی وجہ سے قبر کُھل گئی تو کفن ویسے کا ویسا تھا۔خون کے دھبے لال سرخ ویسے کے ویسے لگے ہوئے تھے۔جس وقت قبر کھلی تو جو خوشبو آئی تو پورا قبرستان مہک گیا تھا۔

گھر کا ماحول کافی مذہبی تھا۔والدہ صاحبہ بہت رقیق القلب خاتون تھیں۔بچپن میں ان کی زبان مبارک سے یہ سن رکھا تھا:

دِلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ یہ رکوع اور سجدے ہم نے بچپن میں مار کھا کر والد صاحب سے سیکھے ہوئے تھے۔ ہمارے والد صاحب علامہ اقبال کے استاد مولوی میرحسن سیالکوٹی سے پڑھے ہوئے تھے۔مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی صَرف و نحو میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ والد صاحب مرحوم صَرف ونحو کی بنیاد پر قرآن شریف پڑھنے میں کسی حافظ کو غلط پڑھنے نہیں دیتے تھے۔

تو اللہ کا کرم تھا ایسی سختی (ان کی طبیعت اور مزاج میں) سے بعض اوقات نفرت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔پہلے ماشاءاللہ چھ بچے تھے دوسری والدہ صاحبہ سے ایک بیٹا تھا۔ہم الحمدللہ چھوٹے تھے۔مجھ سے پہلے میری دو بڑی بہنیں تھیں اور میں

تیسرے نمبر پر تھا۔ اپنی والدہ صاحبہ سے پہلا بیٹا تھا۔ لاڈلا بھی تھا مگر مار میں لاڈلا نہ تھا۔ والدہ صاحبہ کی مار دنیا میں کسی شخص کو یاد نہیں رہتی اور والد کی جھڑک کبھی بھولتی نہیں ہے۔ تو یہ اعزاز کی بات ہے دکھ کی بات نہیں۔ انتہائی خوشی کی بات ہے بلکہ عمر حیات صاحب بتلا رہے تھے انہوں نے رسالہ قُشیریہ کا حوالہ دیا کہ بدن کے جس حصہ پر ماں باپ کی یا شیخ استاد کی مار پڑ جائے تو وہ حصہ جہنم میں نہیں جلے گا (اگر خدا نخواستہ جہنم میں چلا بھی جائے) ہے تو بڑا مشکل مگر اس کا اجر بے پناہ ہے اب اندازہ کرو کہ جس وجود کے ذرے میں ضرب لگ جائے اللہ تعالیٰ کے نام کی اسکا کیا حال ہوگا۔ اگرماں باپ کی ضرب کا یہ حال ہے کہ ظاہری ہاتھ کا تھپڑ پڑ جائے یا سوٹی لگ جائے استاد کی تو وہ جہنم میں نہیں جل سکتا۔ جن ذراتِ بدن پر اللہ تعالیٰ کے نام کی ضرب لگ جائے ان کا کیا حال ہوگا۔

دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی ایک دفعہ ہارون الرشید کے بیٹے کا واقعہ عشاءکے بعد انہوں نے فضائل صدقات میں سے پڑھ کر سنایا اس وقت میری عمر بھی غالباً چودہ سال تھی واقعہ سن کر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، فضل ہوا، میں نے کہا یااللہ تُو ہمیں بھی توفیق دینا۔ وہ بڑا عجیب واقعہ، بڑا درد ناک واقعہ ہے، کایا پلٹ واقعہ ہے مگر انسان چونکہ جب بچہ ہوتا ہے کھلنڈرا ہوتا ہے۔ دوڑ بھاگ میں یہ چیزیں ہَواہوجاتی ہیں۔ نماز پڑھنی الحمدللہ، اللہ کے فضل سے جب ہم مکلف ہوئے تو مجھے نہیں یاد کہ میری کوئی نماز رہی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا تو میں نے اپنے ساتھ چار وعدے کیے ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ (ایک یہ کہ) یا اللہ تو مجھے توفیق دینا داڑھی میں سُچی

رکھوں گا۔ یہ نہیں کہ بڑے بھائیوں کی داڑھی نہیں تھی۔ والد صاحب بھی ماشاءاللہ باشرع تھے اور بھائیوں کی بھی چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی دوسرا یہ کہ شادی کبھی نہیں کروں گا۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ یا اللہ سگریٹ کبھی نہیں پیوں گا اور چوتھا یہ کہ سینما کبھی نہیں دیکھوں گا۔ بعد میں پتہ چلا کہ شادی سنتِ رسول ﷺ ہے تو ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ جائز ہے پھر ہم نے چوتھی بات بدل لی باقی تینوں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے آج تک توفیق بخشی ہے۔ الحمدللہ میں کبھی کسی سینما میں نہیں گیا آج تک۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے وہاں سے گزرا ہوں یا کسی کو بلانے کیلئے گیا ہوں (وہ اور بات ہے) اندر کبھی نہیں گیا، نہ کبھی سگریٹ پیا ہے آج تک۔ داڑھی الحمدللہ فوج کی تاریخ میں پہلا شخص تھا جس نے داڑھی کے ساتھ کمیشن لیا تھا پوری زندگی میں کبھی داڑھی کی شیو نہیں کی الحمدللہ پاکستان کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ۔

جب چھوٹا تھا تو ہمارے استاد قاری عبد الرحمٰن صاحب جو کہ نابینا ہیں۔ ابھی زندہ ہیں بڑے بیمار ہیں دُعا کریں اللہ تعالیٰ سے میرے مولیٰ ان کو صحت دیں۔ ان جیسا قاری پوری دنیا میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرأۃ کا فن بخشا ہے۔ آج تک کسی شخص نے ان کی زبر زیر کی غلطی نہیں سنی۔ اب تو ماشاءاللہ بوڑھے ہوگئے ہیں وہ بات علیحدہ ہے اس وقت بھر پور جوانی تھی۔ آج تک کسی نے ان کی غلطی نہیں نکالی۔ شبینہ میں کسی تراویح میں کسی نماز میں کہیں شائبہ بھی پڑا ہو۔ اتنا اللہ تعالیٰ نے انہیں حفظ میں کمال کا ضبط بخشا ہوا ہے۔ جس آیت بلکہ لفظ سے چاہے آپ پوچھ لیں، دھرائے بغیر وہ آگے سے پڑھنا شروع ہوجائیں گے اور تیسری بات یہ کہ ہمیشہ قرآن شریف کو ترجمہ کے

خیال سے پڑھتے ہیں۔ آیاتِ خوف، آیاتِ رحمت نکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ قرأۃ کے فن کے حساب سے پڑھتے ہیں مجال ہے کہ کہیں شد مد کھا گئے ہوں یا کسی حرف کی ادائیگی میں کوئی نقص رہ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عجیب ملکہ بخشا ہوا ہے۔ ہم نے بچپن سے قرآن شریف ان سے پڑھا تھا۔ ان میں اللہ نے ایک صفت رکھی تھی۔ بچہ چونکہ عادی ہوتا ہے کہانیوں کا اور کہانی بھی جنوں، پریوں کی۔ مافوق الفطرت کہانیاں، شکار کی کہانیاں، شیر کی کہانیاں، بچے میں اس طرح تجسس ڈیولپ (Develop) ہوتا ہے۔ وہ جب کبھی فارغ بیٹھے ہوتے تو مشائخ دیوبند کے واقعات سنایا کرتے تھے۔

مجھے ان سے بڑی محبت تھی۔ مجھے اپنے ہر استاد سے محبت ہے۔ حضرتؒ سے بھی اللہ نے والہانہ محبت بخشی تھی مجھے محبت کا تجربہ بچپن سے تھا۔ مجھے قاری صاحب سے بھی بڑی محبت تھی۔ ان کے لئے سموسے لیکر آنے۔ پتہ کرنا کہ انہوں نے کیا کھانا ہے۔ ان کو سبزیوں میں بھنڈی گوشت بہت پسند تھا ان کے لیے بھنڈی گوشت تیار کر کے لانا۔ نابینا تھے انکو ہاتھ پکڑ کے لیکر جانا۔ انہیں قرأۃ سننے کا بڑا شوق تھا۔ قاری عبد الباسط کی قرأۃ سننے کا بڑا شوق تھا۔ ٹیپ ریکاڈر کسی کسی کے گھر میں ہوتا تھا۔ جس کسی کے گھر میں ہوتا قاری صاحب ٹیپ سننے وہاں تشریف لے جاتے میں ہاتھ پکڑ کر قاری صاحب کو لے جایا کرتا تھا۔ ان کا تبرک میں نے کسی کو نہیں کھانے دیا۔ بچپن سے۔ ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ مجال ہے جبکہ نوجوان تھے کڑیل جوان، قد بھی چھ فٹ کا کہ کسی بچے کو انہوں نے ہاتھ بھی لگایا ہو۔ استاد ہوتے ہیں ٹانگیں دبوانا، پکڑ کے مارنا وغیرہ (مگر مجال ہے کہ انہوں نے) ایسے کسی کو ہاتھ بھی

لگایا ہو۔مَس بھی کیا ہو۔یہ اللہ تعالیٰ نے ان میں فطرتِ سلیم رکھی تھی ورنہ سارے یہاں پرانے علماءبیٹھے ہیں۔حفاظ، قُراء بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں اِن تمام باتوں کو۔تو ان میں یہ صفت تھی کہ وہ کسی نہ کسی ولی اللہ کی بات سنا دیتے تھے خاص طور پر مولانامحمد قاسم نانوتویؒ کی، مولانا حسین احمد مدنیؒ کی، مولانا تھانویؒ کی کوئی نہ کوئی بات، کوئی کہانی سنا دیتے تھے۔۔کہ اس طرح مولانا مدنیؒ نے کسی کو بھیجا چندہ اکھٹا کرنے کے لئے تو وہ بندہ جو تھا اس نے چند پیسے رکھ لیے حضرت کے شاگردجنات بھی تھے توایک جن نے آکر بتایا کہ حضرت اس نے اتنے پیسے رکھ لیے ہیں۔۔ایسی باتیں سناتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالشُّکْرُ لِلّٰہ۔عقیدے کا راسخ ہونا بچپن سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔اور وہ مسجد مدرسہ درسگاہ تھی مولانامحمد علی کاندھلوی صاحب کی۔ وہ کاندھلہ کے رہنے والے تھے۔جامعہ اشرفیہ کے مولانا ادریس کاندھلوی کے بھانجے تھے۔

جب ہم پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے یہ پتہ تھا کہ سرٹیفیکیٹ لے کر ہائی سکول میں چھٹی جماعت میں جانا ہے اُن دنوں مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سیالکوٹ تشریف لائے۔پہلے زمانے میں ففٹیز (50s) میں بڑے جلسے جلوس ہوا کرتے تھے۔قاری طیب صاحب کو بھی دیکھا ہے۔باقی علماءکو بھی دیکھا ہے مولانا لاہوریؒ کی مجھے ابھی تک بات یاد ہے کہ انہوں نے ظہر کی نماز کے بعد تقریر فرمائی تھی عصرتک۔قاری عبدالرحمٰن صاحب نے کہا بڑی ہستی آرہے ہیں بڑے بزرگ آرہے ہیں۔ قاری صاحب بھی مولانا لاہوریؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔مولانا لاہوریؒ سے پہلے ایک بزرگ ہستی گزرے ہیں سندھ میں حضرت مولانا حماد اللہ صاحب، قاری عبدالرحمٰن صاحب پہلے اُن سے بیعت تھے۔ قاری صاحب سندھی بڑی اچھی

جانتے ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے ہیں۔ہم بچے تھے ہم کو بھی زیارت کا بڑا شوق پیدا ہوا۔ عمر نو دس سال ہوگی۔ 1953/54 کا واقعہ ہے۔ مولانا لاہوریؒ نے تقریر فرمائی تو تقریر میں ان کی دو باتیں مجھے پکی یاد ہوگئیں ایک تو یہ بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ہی جنت کا سرٹیفیکیٹ دے دیتا ہے۔ میں جب کبھی ایبٹ آباد جاتا ہوں ایک شخص ہے وہ غار کا دروازہ کھولتا ہے وہ مجھے پہچانتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں۔اسکے پاس جلیبیوں کا تھال پڑا ہوتا ہے مجھے بھی کِھلاتا ہے خود بھی کھاتا ہے۔(بعض) بچے ہوتے ہیں جنہیں مٹھائیوں کا بڑا شوق ہوتا ہے تو ہم نے بھی بڑے غور سے یہ بات سنی۔بار بار یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ہی جنت کا سرٹیفیکیٹ دے دیتا ہے۔چونکہ ہم نے پانچویں جماعت کا سرٹیفیکیٹ لے کر چھٹی جماعت میں جانا تھا تو سرٹیفیکیٹ کا لفظ یاد رہا۔ جودوسری بات انھوں نے فرمائی کہ میں شیراں والے گیٹ میں کھڑا ہوجاتا ہوں انسان کی شکل کو میری نگاہیں ترس جاتی ہیں مجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا، مجھے کوئی کتّانظر آتا ہے۔کوئی بِلّا نظر آتا ہے۔ کوئی سوَر نظر آتا ہے۔بار بار فرمائیں آنکھوں میں چمک بڑی تھی، لمبی داڑھی تھی۔ پتلا نحیف بدن تھا۔ایسے سب کی طرف دیکھتے جائیں۔۔مجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔۔یہ جونہی فرمایا تو لوگوں کی چیخیں نکلنے لگیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے اندر کا حال کیا ہے۔اپنے آپ سے یہ ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ جیسے اسکے حالات ہوتے ہیں ویسا اس پر نفس حاوی ہوتا ہے۔اسکی حالت اندر سے ویسی ہو جاتی ہے۔

جب یہ بات بار بار فرمائی تو سارا مجمع سکتے میں تھا۔کوئی ہِل نہیں رہا تھا اور لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں، لوگ رو رہے تھے یہ بات فرما کر حضرت نے اپنی

تقریر ختم فرمائی وہ اسٹیج سے اتر کر مسجد میں آئے۔مسجد چھوٹی سی تھی گرمیوں کے دن تھے مجھے ابھی تک یاد ہے میں چھوٹا تھا۔اتنی سمجھ نہیں تھی۔ میں اسٹیج کے سامنے بیٹھا تھا باقی لوگ تو سُن بیٹھے تھے میں فوراً نیچے اتر آیا (چھوٹے بچے کو ویسے بھی کون منع کرتا ہے) مسجد میں رکھے پانی کے گھڑے میں سے پانی ڈال کر دل میں یہی خیال کیا کہ مجھے تو جنت کا سرٹیفیکیٹ عطا فرما دیں۔ پانی اُن کو دیا تو حضرت نے میری طرف غور سے دیکھا اور کچھ پڑھ کر پانی پر دم کر دیا۔ یہ آداب الحمدللہ بچپن سے سیکھے تھے کہ پانی بیٹھ کر پینا ہے کھڑے ہو کر نہیں پینا۔مسجد میں داخل ہونے کی دعا، باہر نکلنے کی دعا، یہ الحمدللہ بچپن سے سیکھی ہوئی تھیں۔تو میں جہاں وضو کرنے کی جگہ بنی ہوتی ہے مسجد کے اندر جو ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں وہاں بیٹھ کے پانی پینے لگا۔ایک شخص آیا بوڑھا سا کہ تھوڑا سا مجھے بھی دینا اس کے کہتے کہتے میں تین گھونٹ میں سارا پانی پی گیا۔

والد صاحب سیالکوٹ کی تبلیغی جماعت کے امیر تھے۔محکمہ ڈاکخانہ کے ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر تھے ۔جماعت والے سب کہتے تھے کہ ہم نے ہر دعا مرزا صاحب سے سیکھی ہوئی ہے (اب مرزا صاحب بڑھاپے کی وجہ سے اور مزاج کی تندی کی وجہ سے اتنا زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے)۔تبلیغی جماعت والے تقاضا کریں کہ مرزا صاحب جماعت میں وقت لگائیں، چلہ، تین چِلّہ پر چلیں۔ جب میں ان کے لیے پانی لاؤں، چائے لاؤں تو والد صاحب فرمائیں کہ ماشاءاللہ اس کے میٹرک کے امتحان ہو رہے ہیں پھر یہ چِلّے پہ جائے گا۔ میں کہوں یا اللہ خیر ہو۔ ابا جی بجائے خود چِلّے پہ جاتے، مجھے کس چِلّہ پر بھیج رہے ہیں۔ میں چونکہ بچپن سے قرأۃ سیکھا ہوا تھا، میں نے

ریڈیو ٹی وی سے قرأة نہیں سیکھی بچپن میں قاری صاحب سے سیکھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے فضل ہے، میرے مولیٰ کا کرم ہے۔ میٹرک کے امتحان ختم ہونے کے بعد ڈھائی تین ماہ کی چھٹی ہوتی ہے ۔تین دن کے اجتماع کے لئے جماعت نکلی تو اباجی نے تین دن کے لئے مجھے ساتھ بھیج دیا۔ وہاں جب میں گیا تو دیکھا کہ جو تلاوتِ قرآن پاک ہوتی ہے آخر کی دس سورتوں کی تو دیکھا سارے ہی غلط پڑھ رہے ہیں۔ میں کسی کی سورۃُ الفاتحہ کسی کی سورۃُ النّاس کی اصلاح کروں تو وہ سارے کہیں ماشاءاللہ، ماشاءاللہ! بڑے خوش ہوں۔ میں بڑا خوش کہ سب کو میں نے سورۃُالفاتحہ سکھائی، آخری سورتیں سکھائیں اللہ تعالیٰ کا کرم تھا دعائیں بھی آتی تھیں۔ واپس آیا تو ابا جی بڑے خوش ہوئے مجھے ابھی تک یاد ہے کہ (انہوں نے کہا) میرا بیٹا مجاہد آگیا۔ جہاد کر کے آیا ہے۔اب مجھے انہوں نے چِلّے پہ بھیج دیا اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا دس دن ہم نے کاناکاچھا لگائے پندرہ دن دیپالپور اور سات دن قصور میں لگائے اور باقی رائیونڈ میں۔ بھائی برکت اللہ صاحب، بھائی عبد الوھاب صاحب، بھائی عبد المالک صاحب ان سب سے میں اُس زمانے کا واقف ہوں لوگ تو ابھی واقف ہوئے ہیں۔عبد المالک صاحب جو تھے ان کو والد صاحب نے ہی تبلیغی جماعت میں لگایا تھا۔ جیٹھے کی (سمبڑیال) کے رہنے والے تھے۔

اُس زمانے میں جب میں چِلّہ لگاکے آیا تو میرے ایک تایا زاد بھائی تھے وہ پکے برٹش سٹائل آدمی تھے۔ انہوں نے ہیٹ پہننا، پینٹ پہننی اور کلپ لگانا، سائیکل انگریزوں کی طرح چلانی۔ جب میں رائیونڈ جارہا تھا یا غالباً واپس آیا وہ میرے پیچھے پڑگئے یہ کیا کر دیا چچا جان نے؟ کیا مُلّا بنانا چاہتے ہیں؟ سو باتیں کیں۔ مجھ پر اتنے طنز

کئے اور ڈرایا دھمکایا ۔کیا یہ میٹرک اسی لئے کیا ہے؟ سارا قصور چچا جان کا ہے۔ ہماری بڑی ہمشیرہ آپا جان ان کے گھر میں تھیں۔ میں واپس آیا تو تھوڑا دل برداشتہ سا ہوا۔ اب میں کرکٹ کھیلنے جاؤں تو گیند ہی نظر نہ آئے، کیچ کروں تو کیچ چھوٹ جائیں۔ سمجھ میں کچھ نہ آئے کرکٹ جیسے بھول بھال گئے۔ پھر آہستہ آہستہ سیٹ ہوگئے اور کالج میں گئے تو پَر لگ گئے۔ جس نے کالج اٹینڈ نہیں کیا اس کو کیا پتہ کہ کالج کسے کہتے ہیں۔ پرائیویٹ جتنا مرضی بی اے، ایم اے کر لیں، کالج کی اپنی ایک لائف ہوتی ہے۔ کالج بھی مرے کالج (Murray College) جہاں کو ایجوکیشن (Co-Education) تھی۔ اُس زمانے میں الحمدللہ داڑھی کے بال آنا شروع ہوئے تھے۔ ہم دینی لحاظ سے اور قوی ہوگئے، تگڑے ہوگئے۔ مرے کالج (Murray College) کا ہال جو مولوی میر حسن ہال مشہور ہے اس کے اندر تلاوتِ قرآن شریف الحمدللہ سب سے پہلے میں نے کی۔ سو سال سے کالج بنا ہوا تھا۔ پھر مسجد میں امامت میں نے کرنی، نماز پڑھانی، ہوسٹل کے لڑکوں کو نماز سکھانی اور فزکس کیمسٹری پڑھانی۔ گراؤنڈ میں کرکٹ میچ بھی کھیلنا۔ الحمدللہ FSc میڈیکل کی اور BSc فزکس، کیمسٹری کے ساتھ۔ بڑے بھائی ماشاءاللہ ایک ایبٹ آباد میں تھے دوسرے لاہور میں تھے۔

وقت گزرتا گیا جب فرسٹ ایئر کا خاتمہ ہوا تو والد صاحب نے فرمایا کہ اب پھر چلّے پر جائے گا۔ میں نے کہا میں نے چلّے پہ نہیں جانا۔ خیر والد صاحب سخت طبیعت کے تھے بندہ کہاں بول سکتا تھا۔ میں نے تیس دن لگائے کوئٹہ کی بروہی مسجد میں مولانا عرض محمد صاحب (جب زندہ تھے) کو دیکھا، مولانا لاہوریؒ کے خلیفہ تھے۔

اس مسجد میں جانا، چھتر مارکیٹ کی مسجد میں جانا، باقی مساجدِ حنفیہ میں جانا، کوئٹہ میں وقت لگایا۔ پھر جیکب آباد آئے۔ وہاں ہفتہ دس دن لگائے تب مولانا یوسفؒ صاحب ”حضرت جی“ تشریف لا رہے تھے کوئٹہ میں ان کی بھی زیارت کی باقی سب علماء سے ملے وہ زمانہ 1962ء کا آخر تھا۔

1964-65ء الله کے فضل سے بی ایس سی کر لیا۔ جب بی ایس سی کے امتحان ہو چکے تو لاہور بلال گنج میں تبلیغی جماعت کے اجتماع پر جانے کا اتفاق ہوا۔ مولانا یوسفؒ تشریف لائے ہوئے تھے ان کے ساتھ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ بھی تھے دونوں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے مجھے بڑی محبت تھی، بہت زیادہ! ایک تو کتابیں بھی الحمدللہ پڑھی تھیں۔ اور ویسے ہونی بھی چاہیے۔ نیک لوگوں سے محبت سرمایۂ آخرت ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ الحدیثؒ پیدل چلا کرتے تھے۔ لوگوں کا ان کے جسم کو ہاتھ لگانا اور اپنے چہروں پر ملنا۔ مجھے یاد ہے میں نے حضرت کو قہوہ بھی بنا کر پلایا ہوا ہے اس وقت ہم نوجوان ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل تھا کرم تھا۔ قاری طیب صاحب بھی سیالکوٹ تشریف لائے جب ہم چھوٹے تھے تب ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

کوئٹہ میں جب اجتماع میں تھے تو ایک پیر صاحب (پیروں سے تو نفرت تھی کہ یہ ایسے ہیں یہ ویسے ہیں) وہاں پر بھی آگئے اُس مسجد میں۔ ہم نے دیکھا مجھے ابھی تک یاد ہے کہ وضو کرتے ہوئے انہوں نے بازو پانچ مرتبہ دھوئے تو میں نے کہا یہ خطرناک معاملہ ہے۔ اِس طرح پیروں فقیروں سے اور ان جیسے so called (نام نہاد)

بزرگوں سے بچپن سے شدید نفرت تھی۔ کسی کو سمجھتے نہیں تھے۔ قرآن کی تلاوت پرائمری اسکول میں بھی کی، میٹرک میں بھی کی، کالج میں بھی تلاوت کی۔ تو ہم کسی کو کیا سمجھتے تھے؟ والد صاحب بزرگ تھے تو یہی عقیدہ تھا کہ جب والد صاحب زندہ ہیں تو کسی پیر فقیر کی کیا ضرورت ہے؟ مولوی محمد علی صاحب کاندھلوی بزرگ تھے اور قاری صاحب بھی ماشاءاللہ (ہمارے) بزرگ تھے۔ سب سے بڑے بزرگ تو ہم خود ہی تھے۔ داڑھی سُنّی تھی الحمدللہ! اور ڈٹ کے رکھی۔ مقابلے میں مرے کالج (Murray College) میں رکھی۔ BSc فزکس، کیمسٹری کے ساتھ کی تو بڑا مان تھا۔ مختصر یہ کہ کئی سیڑھیاں چڑھے ہوئے تھے۔

ایک بزرگ تھے۔ پیر صاحب تھے۔ سکندر شاہ صاحب اُن کا نام تھا۔ گجرات کے رہنے والے تھے۔ گیارہویں شریف کے ختم دلوانے کے بڑے شوقین تھے۔ ان کو مجھ سے بڑی محبت ہوگئی۔ دیکھا کہ نوجوان لڑکا ہے نماز پڑھتا ہے وہ بھلے چنگے بندے کو بھی ٹخنوں سے نکال دیتے تھے (یعنی پیروں تلے سے زمین نکال دیتے تھے)۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی ان کو دیکھا ہوا ہے وہ سیالکوٹ بہت آتے تھے جب ان کو ملنا تو بڑی محبت سے وہ کہیں کہ کیا حال ہے لاڑے، ٹھیک ٹھاک، خیر ہے۔ وہ میرے گھر اکثر تشریف لے آتے تھے۔ وہ علمِ جفر کے بہت ماہر تھے جو ہندسوں کا علم ہوتا ہے۔ اسکی بے پناہ مہارت تھی جو بھی لڑکا شرارتی سا ہوتا تھا تو شاہ صاحب علیحدہ لے جاتے تھے اکیلے۔ تھوڑی دیر میں وہ رونا شروع کر دیتا تھا۔ میرا بھتیجا، (ہمارے بڑے بھائی صاحب کا بیٹا) تھا مجھ سے عمر میں بڑا تھا۔ وہ بڑا تیز تھا، چالاک تھا، ہوشیار تھا۔ قابو نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ آیا ہوا تھا میں نے کہا حضرت

اس کو تین حروف دکھایئے۔(وہ شاہ صاحب ہمیں راستے میں ملے) وہ تین حرف دکھاتے تھے۔ دو، تین، پانچ۔ کہتے تھے اِن میں سے پسند کر لو۔ پنسل سے تین حرف لکھنے اور اگلے کو دِکھانے۔اِس میں سے کوئی بھی حرف پسند کرلے۔اب آپ نے تین پسند کیا یا پانچ انہوں نے اس حرف پہ لکیر پھیرتے جانا (اور کہنا) ابا جی کی جیب سے پانچ روپے نکالے تھے اس نمبر پر پنسل پھیرتے جاتے تھے اور گزرے ہوئے واقعات بیان فرماتے جائیں۔ چوری کے، چھیڑ چھاڑ کے، وغیرہ وغیرہ۔ جب میں .BSc کے فائنل دے رہا تھا تب واپسی پر شاہ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔تینوں حروف بنا کر کہنے لگے کہ چار سوالوں کے جواب ٹھیک لکھے ہیں۔ایک سوال کے جواب میں تھوڑی سی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ان کو علمِ جفر میں یہاں تک کمال تھا۔ وقت گزرتا گیا، گزرتا گیا۔ ان دنوں ایک عالم دین حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی صاحب سیالکوٹ تشریف لائے۔ان کے بارے میں مشہور تھا کہ حافظ الحدیث ہیں۔ انہوں نے تقریر شروع کی۔ تقریر بڑی زبردست تھی۔تقریر میں بار بار یہ فرمائیں کہ کوئی پیشاب کے لئے نہ اٹھے،کوئی پانی کے لیے نہ اٹھے، ڈر ہے تار ٹوٹ نہ جائے۔ ہم بڑے پریشان کہ پتہ نہیں کس تار کے بارے میں فرما رہے ہیں۔ وہ حدیث شریف پڑھیں اور ترجمہ کریں اور روئیں اور سارا مجمع روئے، ہم بھی روئیں۔ مولانا محمد علی کاندھلوی بھی بیٹھے تھے چپ چاپ۔تقریر بھی بڑی عجیب ودرد ناک تقریر۔خیر یہ وقت بھی گزر گیا۔

بی ایس سی کے بعد میں فوج میں آیا۔ اب داڑھی کے ساتھ فوج میں آنا ایک انہونی بات تھی۔ جو مجھے دیکھے وہ کہے داڑھی کے ساتھ تو ہم فوج میں نہیں لیتے۔1965ء کا زمانہ ایوب خان کا طوطی بولتا تھا، انگریزیت کا دَور دَورہ تھا، انگریزی کے

طریقے رائج تھے،جب میں کمیشن کے لیے گیا تو انٹرویو میں گڑ بڑ ہوئی۔ پہلا انٹرویو ہوا تو اس نے کہا داڑھی کے ساتھ تو ہم نہیں رکھتے۔ میں نے کہا جی آپ نے کون سا فائنل کرنا ہے۔ سلیکشن تو آخری جگہ پر ہوتی ہے۔ خیر ہم بھی مقابلے میں گئے اور تیاری پوری کر کے گئے۔ ہم نے بھی فرفر انگریزی بولنی شروع کی تاکہ ہمیں کوئی کسی وجہ سے فیل نہ کرے۔ گو کہ ہم ٹاٹوں کے سکول میں پڑھے ہوئے تھے۔ ہمیں کیا پتہ کہ یہ فوجی اسکول کیا ہوتے ہیں؟ فوجی اسکولوں میں بچپن ہی سے فوجی ٹریننگ، فوجی طریقےاور حال احوال سکھائے جاتے ہیں۔ ہم کو فوجی طریقے نہیں آتے تھے نہ ہم سیکھے ہوئے تھے نہ ہمارا کوئی رشتہ دار فوج میں تھا۔ تایا جان فوج کے ریٹائرڈ صوبیدار میجر تھے۔ وہ فوت ہو چکے تھے۔ہاں کالج میں ہم نے فوجی ٹریننگ کی تھی۔ اس میں میرا نشانہ بہت اچھا ہوتا تھا اور فوجی پریڈ شریڈ وغیرہ۔ ہم چٹک تو بہت ہوتے تھے۔ جنہوں نے ہمیں بچپن میں یا جوانی میں دیکھا ہے وہ جانتے ہیں۔ اُس زمانے میں نہ کوئی ہمارے ساتھ چل سکتا تھا نہ دوڑ سکتا تھا۔ اتنے قوی تھے۔ فوج میں آنے کی بات تو ضمناً آگئی ورنہ دو میل یا تین میل دوڑنا معمولی بات ہوتی تھی۔ کرسی پر ٹانگیں رکھ کے انگلیوں کے اوپر 60-50 ڈنڈ نکالنے، یہ ہمارے لیے عام سی بات تھی۔

فوج میں جب آئے، انٹرویو ہوئے، فائنل سلیکشن انٹرویو ہوا کوہاٹ میں، انہوں نے بڑی باتیں کیں مجھ پہ کہ داڑھی رکھ کے کدھر آگئے ہو۔ ایک جی ٹی او بڑا اچھا تھا اِس سے پہلے میں ISSB میں کامیاب ہونے سے رہ گیا تھا۔ ہمیں اسکے طریقے نہیں پتہ تھے دوسری بار ہم ذرا تیاری اچھی کر کے آئے خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اگلی دفعہ ہم پاس ہو گئے ساتھ ہی سن 65ء کی جنگ چھڑ گئی۔ والد صاحب اور سارا گھر پنڈی

میں شفٹ ہوگیا۔ سیالکوٹ سنسان ہوگیا۔ ایئراٹیک شروع ہوگئے۔ سن پینسٹھ میں الحمدللہ پی ایم اے اکیڈمی میں چلا گیا۔ جونہی میں اکیڈمی میں گیا تو جوہمارا پلاٹون کمانڈر تھاوہ اور دوسرے فوجی افسر، کپتان، میجر، وغیرہ سارے بیٹھے تھے میجر حمیدی جو ہمارا پلاٹون کمانڈر تھا اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ پہلا ریمارکس پاس کیااور فقرہ چُست کیا کہ اوپر آپ نے کلیسا بنا رکھا ہے نیچے آپ نے مسجد بنا رکھی ہے یہ کیا طریقہ ہے؟ ایسے طنزیہ فقرے سے خیر سے استقبال ہو رہا ہے اب ان سب باتوں سے میرے دل میں اور جوش بڑھا۔ اللہ کے فضل وکرم سے میں بار بار کہتا ہوں بجائے اسکے میں خدانخواستہ ان چیزوں سے مرعوب ہوتا یا دب جاتا میں اور قوی ہوا۔ میں نے کہا یہ کون ہوتا ہے ایسی بات کرنے والا۔ خیر انہوں نے کہا یہاں فوج میں آپ اکیلے نہیں آئے Ahsan Beg you are not the only one. پہلے بڑے بڑے آئے۔ کسی نے داڑھی ہفتہ رکھی کسی نے دو دن کسی نے چار دن۔

میرا جو روم میٹ تھا اسکا نام بصیر خان سواتی تھا۔ اسکے بھائی، مانسہرہ تبلیغی جماعت کے طارق صاحب ماشاءاللہ نیک آدمی تھے وہ تبلیغی جماعت میں بہت ٹائم لگاتے تھے۔ میں نے کہا بصیر سواتی تیرا یہ کام ہے تُو نے رات دروازے کی کنڈی نہیں کھولنی۔ خدانخواستہ آپ کو کوئی چاروں طرف سے گھیر لے تو آپ کیا کرسکتے ہیں۔ ایک طرف میری داڑھی سُچی، گُچھے بال تھے سارے Curly hair خدانخواستہ ایک طرف سے کٹ مار دیں۔ ہاتھ باندھ دیں۔ فوج کا علاقہ، فوج میں مختلف درجات ہوتے ہیں لور لیول (Lower Level) پر تو آپ کیا کرسکتے ہیں۔ ایک سارجنٹ ہوتا ہے، اسکے اوپر CSM ہوتا ہے، اسکے اوپر BSM ہوتا ہے، اسکے اوپر

CSU ہوتا ہے، اس پر BSU ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔ میرا PMA-37 لانگ کورس تھا ہم سے پہلے والے 35th پی ایم اے اور 36th پی ایم اے، دونوں وہاں موجود تھے، PMA-34 بھی موجود تھا۔ تو یہ جو ہوتے ہیں سینئر لوگ یہ وہاں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ جیسے بادشاہت چلتی ہے حکم کے اوپر ایسے سینئر کی بادشاہت ہوتی ہے وہاں۔ ایک نظام ہی مختلف (Different) ہے وہاں حالات ہی مختلف ہیں۔ وہ جناب سارے ہمارے پیچھے پڑ گئے ان کو ایک ٹارگٹ مل گیا ان سے میری جان جائے۔ مگر یہ تھا کہ الحمدللہ جو سزائیں انہوں نے دیں، جو رگڑے دیے ان میں ہم پورے اترے۔ انہوں نے بہت رگڑا دیا۔ سارجنٹ کو پلاٹون کمانڈر تو صرف ایک اشارہ کرتا ہے جو کیپٹن ہو تا ہے یا میجر، یہ کام کرو تو وہ چاہے پہاڑ گرانا ہو۔۔ فرہاد نے جو نہر نکالی تھی وہ تو کوئی شے ہی نہیں ہے کیڈٹ کے آگے۔ دنیا میں کوئی کیڈٹ ایسا نہیں جو رویا نہ ہو کہ ہائے میں کہاں پھنس گیا۔ وہاں ماں باپ بڑے یاد آتے ہیں۔

اسی اثناءمیں جو پلاٹون کمانڈر تھا اس نے سارجنٹ کو بلایا۔ سارجنٹ کا نام تھا ابو طاہر صلاح الدین جو بنگالی تھا۔ اس کو انگریزی میں خوب ڈانٹ پلائی۔ انگریزی میں اس طرح ڈانٹتے ہیں جیسے بندہ کھا جائے گا۔ کیڈٹ یا سارجنٹ کی جان جائے پلاٹون کمانڈر کے سامنے۔ کیپٹن الیاس پلاٹون کمانڈر تھا اس نے (انگریزی میں) کہا کہ یہ کام تم نہیں کر سکے باقی کام خاک کروگے You get him shaved اس نے واپس آ کر مجھے حکم دیا کہ نائی کی دکان پر جا کر داڑھی سیٹ کر وا کر آؤ۔ جاؤ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں میں نے کہا I am sorry میں نے فوج چھوڑ دینی ہے، میں نے یہاں نہیں رہنا۔ یعنی آپ سوچ نہیں سکتے کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا تھا۔ وہاں جو کیڈٹ ہوتا ہے

اسکی ہفتے میں دو دفعہ حجامت ہوتی ہے ہر وقت حجامت۔میں حجامت کرا کے اگلے دن ہی آیا تھا۔ پھر حجامت کرا کے آ گیا۔ تو مجھے دیکھ کر سارجنٹ آگ بگولا ہوگیا۔ دوسرے دن پھر دیکھا کہ پھر ویسے کا ویسا ہے۔

اس سے پہلے ایک واقعہ یوں پیش آیا(یونیفارم ابھی نہیں ملا تھا)۔ایک دفعہ BSM(بٹالین سارجنٹ میجر) جس کا نام عظمت تھا انہوں نے مجھے بلایا۔بڑے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی۔کوئی رعب نہیں ڈالا۔ داڑھی رکھنا سنت رزق کمانا فرض ہے۔ تم سُنّت کی خاطر فرض کو چھوڑ رہے ہو میں نے ان سے کہا کہ میری سُچی داڑھی ہے ایک دفعہ میں نے شیو کر دی تو دوبارہ زندگی بھر پھر مجھے یہ ثواب ملنے سے رہا۔میں نے کہا میں نے بی ایس سی کی ہے ، ایم ایس سی کرلوں گا۔

انہی دنوں صبح پریڈ ہو رہی تھی۔ بٹالین ایڈجوٹنٹ کیپٹن کمال پریڈ گراؤنڈ میں گھوڑے پر آگیا۔مجھے بلایا۔ سختی سے جھاڑا ”تم کسی کی سنتے ہو یا نہیں ڈرل سکوائر میں داڑھی کی وجہ سے یونیفارمٹی نہیں“ میں بھی بھرا ہوا تھا۔ صبح۔دوپہر۔ شام طعنے سننے پڑتے تھے۔میں نے کہا کہ داڑھی رکھنامیرا قصور نہیں۔مجھے GHQ نے سلیکٹ کیا ہے میں اپنے آپ یہاں PMA میں داخل نہیں ہوا۔سارے ٹیسٹ (Test) میں نے داڑھی کے ساتھ پاس کئے ہیں۔تو وہ بھنا گیا۔ایک کیڈٹ سے اس طرح کا جواب اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔بولا کہ یہاں کوئی GHQ نہیں۔یہ PMA ہے۔ اس کا اپنا ڈسپلن ہے۔مجھے اس نے ڈرل سکوائر سے نکال دیا کہ تم باہر کھڑے رہو، تم داڑھی کے ساتھ پریڈ وغیرہ نہیں کر سکتے۔

آخر میں میں نے کہا کہ میرے والد صاحب نے داڑھی رکھی ہوئی ہے میرے بھائیوں نے رکھی ہوئی ہے۔ میرا family tradition ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے بڑی کوشش کی لیکن اللہ کی ذات نے میری حفاظت فرمائی۔ پنجابی کا مشہور محاورہ ہے "من حرامی ہُجتاں ڈھیر"۔ بندے کا اندر ٹھیک ہو تو ہر شے ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اندر کی بات ہے اندر آپ کا راسخ ہو، مضبوط ہو تو کبھی بندہ مار نہیں کھاتا۔

ایک دفعہ پلاٹون کمانڈر نے سارجنٹ ابو طاہر کو بہت جھاڑا تم ایک کیڈٹ کی داڑھی صاف نہیں کرا سکتے۔ فوج میں خاک حکم مانو گے جب سارجنٹ کو حکم ملا تو وہ آیا، رنگ لال سرخ۔ اس دن گیمز پیریڈ تھا باقی پلاٹون بھیج کر مجھے کہا come with me میں چل پڑا سارجنٹ بڑی چیز ہوتی ہے غصے میں نکلا چونکہ کمانڈر نے خوب جھاڑا تھا اسکا سارا کیریئر Depend کرتا تھا۔ وہ مجھے باربر شاپ (نائی کی دکان پر لے گیا) نائی کی دکان پر دس بارہ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ جونہی نائی کی دکان پر میں اسکے ساتھ گیا تو دیگر کیڈٹ صوفوں پر بیٹھے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے حجامت کرانے کے لیے۔ انہوں نے نہیں پہچانا کہ یہ سارجنٹ ہے۔ اس کا غصے سے برا حال ہوا کہ کسی نے سلام نہ کیا۔ جو کیڈٹ بیٹھے تھے انہوں نے السلامُ علیکم سر! نہیں کہا۔ وہ بیٹھے رہے۔ انگریزی میں خوب جھاڑا سب کو مرغا بنا دیا۔ مجھے کہا .you stand still جو کچھ بھی مجھے آتا تھا میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ سورۃ یٰسین آتی تھی وہ پڑھی۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ کُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَق ۔ تب نہیں آتا تھا۔ جتنے بھی

حجامت کرا رہے تھے وہ شیشے سے دیکھ رہے تھے کہ پیچھے سب نے کان پکڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان ایک کرسی خالی ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا !get there میں نے وہاں جاکے بیٹھتے ہی نائی سے کہا خبردار میری داڑھی کو ہاتھ نہیں لگانا۔ کہنے لگا فکر نہ کریں صاحب۔ اسی اثناءمیں جب میں بیٹھ رہا تھا تو سارجنٹ ان کو ڈانٹ رہا تھا "تمہیں پہچان ہونی چاہیے سینئر کی۔ تم بد تمیز لوگ کہاں سے آ گئے ہو۔ اٹھو اور دفع ہو جاؤ"۔ وہ سب اٹھے اور سلام کرتے بھاگ گئے۔میں اب کس طرح نقشہ کھینچوں کہ سارجنٹ آجائے تو جیسے چنگیز خان آگیا۔سارجنٹ نے کہا کہ "داڑھی اس کی ٹھیک کرو" نائی نے کہا کہ "صاحب، داڑھی صاحب کی ہے آپ کی نہیں ہے"۔ وہ کیا جانے بیچارہ کہ سارجنٹ کتنی بڑی بلا ہوتی ہے۔ سارجنٹ نے کہا " ہم تمہیں کہہ رہے ہیں"۔ اس نے کہا، "صاحب نے منع کیا ہے"۔ میں پہلے ہی منع کر چکا تھا۔ میں شیشے میں سے دیکھ رہا تھا۔ اب اس کی پہلے پلاٹون کمانڈر نے بے عزتی کی تھی پھر آگے آیا تو کسی نے سلام نہیں کیا۔ تیسرا یہ کہ نائی نے یہ کہا تو وہ غصے میں چلا گیا۔ نائی کی شکایت کی کہ "میں نے اس سے کہا کیڈٹ بیگ کی داڑھی شیو کرو اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔میں اس کو باربر شاپ پر خود لے کر گیا ہوں"۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوا واپس آیا۔ رات کو نائیوں کا ٹھیکیدار میرے پاس آ گیا۔"صاحب جی ٹھیکے کی بات ہے۔آپ نے کہا تھا"۔ میں نے کہا "میں لکھ کے دے سکتا ہوں۔میں ڈٹ کے کہوں گا میں نے منع کیا تھا۔اُسی وقت منع کیا تھا"۔ اس نے کہا " ٹھیک ہے صاحب"۔ خیر اللہ کا فضل ہوا۔کرم ہوا۔اس واقعہ کے بعد میں نے اپنا بستر باندھ چھوڑا۔آج نہیں تو

کل میرے PMA چھوڑنے کے آرڈر آجائیں گے۔۔الحمدللہ باقی کاموں میں۔میں مار نہیں کھاتا تھا۔پریڈ وغیرہ میں۔ہم پی ٹی کرنے جاتے تھے ۔ ایک ہمارا اسٹاف تھا پی ٹی اسٹاف اس کا نام حافظ تھا۔ ایک دن اس نے کہا ” بیگ صاحب آج آپ پہلے آ گئے ہیں“۔ میں نے کہا ” مجھے بٹالین ایڈجوٹنٹ نے باہر نکال دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ داڑھی والے بندے سے ہماری یونیفارمٹی(یکسانیت) نہیں ہے۔یونیفارمٹی کے خلاف ہے“۔ مجھے ابھی تک یاد ہے اس نے کہا ”صاحب، آپ ڈٹ کے رہیئے گا۔ انشاءاللہ ان کی ایسی کی تیسی“۔ میں نے کہا میں ڈٹا ہوں اللہ کے فضل سے۔سب ایسے ہی تماشا بن گیا کہ ایک نیا نمونہ پیدا ہو گیا ہے۔انہوں نے کہا ہفتے دس دن میں سارے شیو کر لیتے ہیں۔انہیں دو مہینے ہو گئے۔

اسی اثناءمیں ہماری پوری کمپنی شفٹ ہوئی الطارق میں نئ بلڈنگ بنی۔ الطارق القاسم۔ میری پیشی پلاٹون کمانڈر کے پاس اور کمپنی کمانڈر کے پاس ہوتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کااتناکرم تھا۔کسی کا نام محمد عارف،کسی کا محمود، کسی کا محمد الیاس، شرم حیاء ان کو آ ہی جاتی تھی۔کوئی بھی ہو دین کے بارے میں تھوڑی سی غیرت مسلمان کو آ ہی جاتی ہے۔جو کافر ہو اس کی بات میں نہیں کر رہا۔جس کا نام ہی اس طرح کا ہو۔کوئی خیال زندگی میں گزر ہی جاتا ہے۔کوئی ماں باپ کی نصیحت یاد آ ہی جاتی ہے۔ کبھی نماز پڑھنا یاد آجاتا ہے۔ماشاءاللہ،انشاءاللہ کہنا یاد آجاتا ہے۔ یہ الحمدللہ، اللہ کی طرف سے مسلمانی کی صفت ہے۔ خیر مجھے پلاٹون کمانڈر نے بلایا میں گیا۔مجھے کہتا ہے go to the company commander (کمپنی کمانڈر کے پاس جاؤ) میں نے کہا اللہ ہی خیر کرے۔ کمپنی کمانڈر تھا میجر صادق، وہ مجھے کہتا ہے

Can you recite Holy Quran? (کیا تم تلاوتِ قرآن کر سکتے ہو۔) میں نے کہا جی۔ اس نے کہا Go to the battalion Commander تم بٹالین کمانڈر کے پاس جاؤ۔ وہ تھا کرنل امیر حمزہ جو بعد میں جنرل امیر حمزہ ہو گئے تھے۔میں مارچ کرتا ہوا (ایسے ہاتھ ہلاتا) بٹالین کمانڈر کے پاس پہنچا۔اس نے پوچھا Can you recite Holy Quran? کیا تم تلاوتِ قرآن کر سکتے ہو۔ پھر کہا، "Recite"۔ میں نے وردی پہنی ہوئی تھی کیڈٹ کا تھیلا لٹکایا ہوا تھا برآمدے میں ہی۔اس وقت آفس بند ہونے کا ٹائم تھا۔لہذا فوراً اعوذباللہ سے سورۃالفاتحہ پوری پڑھی۔ "ٹھیک ہے کل"الطارق" کی افتتاحی تقریب ہے۔تم تلاوت کرو گے مع ترجمہ کے۔کہیں سے شیروانی کا بندوبست کر لو"۔ میں نے شیروانی کا بندوبست کر لیا۔"الطارق بلڈنگ" کی افتتاحی تقریب دوسرے دن شروع ہوئی۔ساری کمپنی کھڑی تھی فوجی سٹائل پر سارے پلاٹون کمانڈر مع بیگمات کے اور PMAکے باقی افسر بھی تھے۔کمانڈنٹ بریگیڈیئر سلطان بھی موجود تھا۔جب میں نے تلاوت ختم کی تو کمانڈنٹ نے زور سے کہا"جزاك الله"۔

یہ جزاك الله کہنا۔جیسے شٹ اپ کال (Shut up Call) تھی۔آج تک کی زیادتیوں پر۔سب سارجنٹ، پلاٹون کمانڈر شٹ اپ ہو گئے تھے اللہ کے فضل سے۔ بعد میں جو Tea پارٹی ہوئی اس میں میجر حمیدی ہمارا پرانا پلاٹون کمانڈر کہتا ہے "بیگ، میں حیران تھا کہ کمانڈنٹ نے آپ کو پہچانا بھی ہے کہ یہ کیڈٹ ہے یا مولانا"۔

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ النبی الکریم

کل جو واقعات میں نے سنائے وہ اس لئے سنائے کہ جو اصل واقعہ حلقے میں آنے کا ہے اس کے ساتھ سب چیزیں متعلقہ تھیں۔ مجھے کوئی شوق نہیں تھا کہ میں آپ کو فوج کی سیر کراتا۔ اپنے بچپن کے حال احوال سناتا۔ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نیکی کی سیڑھیاں بے شمار چڑھے ہوئے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ لِلّٰه ۔ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل، بے پناہ کرم اور احسان تھا۔ پھر فوج میں آئے سیکنڈ لیفٹیننٹ بنے۔رینک جو ہے(فوجی عہدہ)، وہ خطر ناک چیز کا نام ہے کوئی بھی عہدہ ہو۔ساتھی یہاں بیٹھے ہیں ماشاءاللہ بریگیڈئیر رینک کے ہیں کرنیل رینک کے ہیں، کوئی ریٹائرڈ ہیں، کوئی حاضر سروس ہیں۔کوئی نیم فوجی ہیں کوئی غیر فوجی ہیں۔ مختصر یہ کہ جس بندے کو عہدہ لگ جائے جیسے حوالدار میجر ہو یا صوبیدار میجر ہو یا نائب صوبیدار ہو۔ وہ بس چڑھ جاتا ہے آسمان پر۔قدرتی بات ہے۔اللہ اکبر۔

پہلی تعیناتی ملیر کینٹ میں ہوئی۔ جب پوسٹنگ ہوئی تو ان دنوں میں پینسٹھ کی جنگ ختم ہوئی ہی تھی۔ فوجی سارے اپنے آپ کو غازی سمجھتے تھے ۔ساری فوج

بارڈروں سے واپس آئی تھی۔ بڑے ترانے، نور جہاں کے گیت گاتے تھے اور یہ کہ نور جہاں نے فتح دلائی ہے کہ ”میرے ترانے تمہارے لئے ہیں میرے گانے تمہارے لئے ہیں“۔ بیڑا غرق رقص و سرود کی انتہا تھی۔فوجیوں کو توبس اللہ ہی ہدایت بخشے۔ اللہ سب کو ہی ہدایت بخشے اٰمین۔31 مارچ کو کمیشن لیا۔اکتیس(31) مارچ کا میری زندگی میں کافی دخل ہے، ماشاءاللہ۔ شکر ہے حضرت شاہ صاحب نہیں بیٹھے ہوئے حضرت کے سامنے جرأت نہیں تھی بات کرنے کی۔ شادی میری 31مارچ 1969ء کوہوئی، فوج میں کمیشن 31مارچ 1966ء کو ملا، اکتیس مارچ 1971ء کو ہم انڈیا چلے گئے۔4 اپریل کو بارڈر واپس کراس کیا۔قدرتی بات ہے۔

جب فوج واپس آئی تھی ملے گُلے گانے بجانے، اخلاقیات کا جنازہ نکلا ہوا تھا۔ تو ان دنوں جب ملیر کینٹ میں پوسٹنگ ہوئی تو ایک کرنل غوث تھا (18-FF کا) C.O. کمانڈنگ آفیسر بڑی خطر ناک چیز کا نام ہے۔اس کے ساتھ اٹھارہ پنجاب تھی۔ جو ہمارے ساتھ قید میں بھی اکٹھی تھی۔ چھ مہینے کے بعد الحمدللہ میں فُل لیفٹینینٹ بن گیا اور اللہ تعالیٰ کا احسان تھا، فضل تھا، نماز کبھی چھوٹی نہیں تھی الحمدللہ نفل ہم پڑھتے تھے۔اشراق کا مجھے شروع سے شوق تھا شاید ہی زندگی میں چُھٹی کے علاوہ اشراق چُھوٹی ہو۔یا گھر گیا ہوں مگر فوج میں کبھی اشراق نہیں چُھوٹی۔ماحول اس طرح کا ہونا۔اُس زمانے میں مجھے یاد نہیں تہجد کے نفل پڑھے کبھی نہ پڑھے بیٹ مین کو یہ حکم تھا کہ وہ ناشتہ لا کے مجھے جگاتا تھا۔ میں اٹھ کے فارغ ہوکر ناشتہ کرتا۔

ہر فوجی دو چیزوں کا بھوکا ہوتا ہے۔ایک نیند کا اور ایک چائے کا۔ابھی تو خیر چائے ختم ہی ہوگئی۔ نیند بس فوجی کو مل جائے تو ٹھیک ہے۔ نیند نہ ملی تو کام خراب۔ ناشتہ کر کے پھر فارغ ہو کر وضو کرنا پھر جرابیں پہننا۔آدمی جب گرم جرابیں پہنتا ہے تو انگلیوں میں (Foot rot) "فُٹ راٹ" ہو جا تا ہے۔تواُس سے بچنے کے لئے اُنگلیاں خشک کرنی پڑتی ہیں۔تو بجائے یہ کہ انگلیاں صاف کریں اور انگلیوں کو خشک کریں تو میں نے کہا کہ نفل ہی پڑھ لوں۔دو پڑھ لینے چار پڑھ لینے۔ انگلیاں بھی automatic سوکھ جانی۔پھروردی پہن لینی۔ اس سے پہلے انگلیاں خود ہی سوکھ جاتی تھیں۔اللہ کے فضل سے۔اس سے مجھے اشراق کی رغبت اللہ کے فضل سے پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے فوج کی سروس میں اشراق بہت ہی کم چھوٹی ہوگی۔ تو18-FF میں جب یونٹ ساری Re-call ہوئی تھی سارے ریزروسٹ کال بیک ہوئے تھے تو فوج بارڈروں سے واپس آئی تھی۔ 18-FF میں ایک کیپٹن صاحب تھے وہ بھی re-called تھے۔وہ سیالکوٹ کی میر فیملی سے تھے، خواجہ فیملی تھی۔وہ میرے دوست بن گئے۔کچھ خوش ہوتے تھے، کچھ ناراض ہوتے تھے۔کوئی دعائیں کراتے تھے، کوئی خفیہ دعائیں کراتے۔عمر حیات بھی مجھے سمجھتا تھا کہ میں شاید قطب ہوں۔

مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ قطب کسے کہتے ہیں البتہ قاری صاحب سے لفظ سنا تھا قطب کا غوث کا۔ یہ نہیں پتہ تھا کہ کون بڑا کون چھوٹا۔کہ ابدال بڑا ہوتا ہے یا قطب۔یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرتؒ کی جوتیوں کے طفیل لوگوں کو پتہ چلا ورنہ لوگوں کو، کسی کو نہیں پتہ تھا کہ منصب کسے کہتے ہیں اور منازل کی ترتیب کیا ہے۔کن کن چیزوں کا احسان حضرتؒ کا اتار سکتے ہیں؟۔۔۔قطعاً نہیں اتار

سکتے۔ خیر تو FF-18 کے یونٹ میں جو کیپٹن صاحب تھے خواجہ صاحب۔ ایک دفعہ ان کا فون ہماری یونٹ میں آیا کہ کیا آپ آسکتے ہو؟ میں نے کہا آجاتا ہوں۔ میں چلا گیا۔ بنّوں کے ایک میجر صاحب تھے ہمارے افسر کمانڈنگ تھے بڑے نیک اور اچھے آدمی تھے، میجر عمل جان بعد میں وہ کرنل عمل جان ہو گئے تھے۔ تو میں ان کی یونٹ میں گیا۔ میں نے جو سارا واقعہ کل سنایا ہے تو بنیادی بات یہ تھی کہ پیروں کے dead against تھے یعنی سخت مخالف تھے۔ ان دنوں پیروں کا ہلہ گلہ مچا ہوا تھا کوئی کہتا تھا ایوب خان کا پیر فلاں ہے۔ شیر پر سواری کرتا ہے۔ پھر ڈبہ پیر بڑا مشہور ہوا تھا۔ پھر ایک پیر صاحب تھے جو سواری کھڑی کرا لیتے تھے کہ "آؤ رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ کھڑے ہو جائیں ہاتھ باندھ کر"۔ اس طرح کے بڑے نمونے ان دِنوں اخبارات میں آتے تھے۔ اور ہماری طبیعت پہلے ہی ان سے مکدّر تھی۔ جیسے میں نے بتایا ہمارا ماحول اس طرح کا تھا بچپن کا کہ ہم ان پیروں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ والد صاحب زندہ تھے۔ ہمارے پیر گھر میں موجود۔ ہمیں کسی پیر کی کیا ضرورت۔ جب ہم کیڈٹ تھے پی ایم اے میں مجھے یاد ہے فائرنگ کر رہے تھے ایک حوالدار تھا۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کوئی استاد (تواڈاہے) یعنی آپ کا ہے؟ میں نے کہا سارے میرے استاد ہیں فکر نہ کر۔ اس نے مجھ سے بات کی تھی۔ لگتا ہے جماعت کا ساتھی تھا کوئی پرانا فوجی۔ اس نے مجھ سے اشارۃً بات کی تھی۔ کہ تمہارا کوئی شیخ بھی ہے پیر بھی ہے! مختصر یہ کہ جب یونٹ میں گئے تو وہاں ان کے یونٹ میں ایک ریٹائرڈ نائیک تھا۔ اس کا نام غالباً گُل تھا سارے گُل ہی ہوتے ہیں۔ گِل سے بنے ہیں اور ہیں گُل۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹی سے پید افرمایا۔ پھول بھی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔

کاش پھول پیدا ہو ہی جائیں (اٰمین) بعد میں یہ سارے گُل کیا کیا گُل کھلاتے ہیں۔تو وہ نائیک recalled تھے ڈِیر کے رہنے والے تھے۔چہرہ لال سرخ سفید، لمبا قد، عینک موٹی پہنی ہوئی۔ جب کیپٹن صاحب نے بلایا انہوں نے کڑک فوجی سیلوٹ کیا۔اب ہم بڑے قوی۔جب ہم ان کو گلے ملے تو سخت ہڈیاں کوئی گوشت ووشت نہ تھا۔ہم نے ان کو پوری قوت سے دبایا تو دیکھا ہم خود ہی دب گئے۔وہ اتنا قوی تھا۔داڑھی سفید مگر آنکھوں میں چمک، بہت نیک بندہ تھا نیک صالح شخص۔خیر ملاقات ہوئی۔کیا حال ہے؟ لیفٹیننٹ صاحب آپ ٹھیک ٹھاک ہیں جیسے پٹھان لوگ بات کرتے ہیں لیفٹیننٹ کو لفٹین صاحب کہتے ہیں۔ مجھے کہا اگر آپ برا نہ منائیں تو ہم آپ کے کمرے میں آجایا کریں۔میں نے کہا ہاں آجائیں۔تو وہ کبھی کبھی ہمارے کمرے میں آجاتے تھے۔ پھر عمرحیات صاحب بھی ہمارے کمرے میں آنا شروع ہو گئے۔تو عمر حیات صاحب جیسا میں نے بتایا ہے ابھی تو نظر آتا ہے ماشاءاللہ ورنہ بالکل پٹاخہ تھے ایک دفعہ ہم تینوں پیدل ملیر کینٹ ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے تو راستہ میں عمرحیات صاحب نے کہا کہ ”شاہ صاحب! آپ ایک مہربانی فرماؤ۔ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں میں جن قابو کر لوں“۔ یہ ماشاءاللہ Debator اور جناب کیا کیا کرنے والا۔ لیفٹیننٹ بن گیا۔بڑا Mathematician اورکیا کیا۔انگریزی کے ناول، ڈکشنریاں رکھنے والا شخص۔کراچی میں گئے تو ہماری یونٹ سے attachment ہو گئی۔ تو میرے کمرے میں رہے۔ان کو نماز پڑھائی، اُس زمانے میں نماز پڑھنا بہت بڑی بات تھی۔ فوجی افسر کیسے نماز پڑھ سکتاہے۔تو شاہ صاحب سے کہا کہ حضرت بس مجھے وظیفہ بتائیں ”جِن“ قابوکر لوں۔انہوں نے کہا ”لفٹین صاحب، آگ کا انگارا ہاتھ پہ کتنی دیر رکھ

سکتے ہو؟" انہو ں نے کہا "وہ تو میں کوئی نہیں رکھ سکتا"۔ کہا " جِن تو آگ سے ہے"۔عمر حیات نے کہا " اللہ ہی خیر کرے، میں تو باز آیا جِن قابو کرنے سے"۔ پھر عمرحیات نے زندگی بھر نہیں کہا جِن قابو کرنے کے لئے۔تو وہ جو شاہ صاحب نائیک ریٹائرڈ تھے ایک دفعہ انہوں نے اپنے سی او (کمانڈنگ افسر) کرنل کا واقعہ سنایا۔ کہ جب وہ میجر تھا تو ہمارے پاس بہت چکر لگایا کرتا تھا۔جب اس کا پروموشن نہیں ہوتا تھا کرنل غوث نے شاہ صاحب کو مسجد کا امام مقرر کیا تھا۔ شاہ صاحب پانچوں وقت کی نماز پڑھاتے تھے۔فوجی مساجد بیرکوں میں بنی ہوتی تھیں۔

نائیک شاہ صاحب میرے پاس آنے جانے لگے انہوں نے بچے رکھے ہوئے تھے پھر یہ کہ recall تھے ریزروسٹ تھے۔ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے لیفٹیننٹ صاحب ہمارے سارے بچے بیمار ہو گئے ہیں بہت تکلیف ہے۔سب کے پیٹ خراب ہیں۔ یہ جو کواٹر ماسٹر ہے نا اس نے گڑ بڑ کیا ہے۔یہ تھوڑا سا فالتو راشن ڈال دیتاہے مجھ کو اور جب ہم فالتو راشن کھاتا ہے یہ حال ہو جا تا ہے۔سارا مسئلہ اس خبیث پیٹ کا ہے۔جس نے اس کو سنبھال لیا۔جس نے اس کے نَٹ پیچ کس لئے اس کا بیڑا پار ہو گیا۔جس نے اس کا نَٹ بولٹ لُوز کیا اس کا کام خراب ہو گیا مختصر سی بات ہے سارا تزکیۂ نفس سارا میل ملاپ، اسی توند کا ہے۔تو کہتے ہیں مجھے رات خواب میں معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ ملا ہے اس نے کہا ہے سورۃالدخان لکھ کے ان کو پلاؤ۔ تو قرآن میں دیکھ کے بتائیں کہ سورۃالدخان کہاں ہے کتنے رکوع ہیں۔میں نے ان کوبتلایا کہ تین رکوع کی ہے۔فلاں سپارے میں ہے۔اس طرح کا بندہ تھا وہ تو باتیں جب بڑھیں اور کھلیں مجھے فرمانے لگے آپ کہاں کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا

سیالکوٹ کا۔ اچھا اچھا ہم سیالکوٹ گئے ہے۔میں نے کہا آپ تو دِیر کے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ ہم سلسلۂ قادریہ کے شیخ بھی ہیں۔(ہماری پہلے ہی جان جاتی تھی شیخوں سے پیروں سے)۔انہوں نے کہا مجھے خلافت ملی ہوئی ہے میں پیر ہوں سلسلہ قادریہ کا۔اتنا تو الحمدللّٰہ ہمیں پتہ تھا قادریہ سلسلہ کا، چشتیہ کا، نقشبندیہ کا ،سہروردیہ کا۔کہ کن کن سے چلتے ہیں چونکہ گھر کا ماحول الحمدللّٰہ ایسا تھا اللہ کا فضل تھا اتنی سمجھ تو تھی۔ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا، دنیا میں کسی شخص کو نہیں پتہ چاہے کوئی بھی ہو کہ حضرت پیران پیررحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقامات کیا ہیں۔جب تک اس رستے پر نہ آئے کچھ نہیں جانتا، لفاظی جانتا ہے۔جب تک اس راستہ میں عملاً نہ آئے اُس کو ان (سارے بزرگوں کی) کی عظمت، ان کی شان کاکچھ پتہ نہیں چل سکتا۔جب میں نے پوچھا آپ سیالکوٹ کیسے گئے تو کہنے لگے۔سیالکوٹ میں ایک مولانامحمد علی صاحب ہے میں نے کہا۔ ہاں ہاں ہم انہی کے مدرسے میں تھے انہوں نے کہا وہ بڑے بزرگ ہیں۔ پھر شاہ صاحب نے واقعہ سنایا سیالکوٹ جانے کا۔ ”ہم ایک دفعہ لاہور گئے۔میں نے پورے لاہور پہ نگاہ کیا تو مجھے مولانا احمد علی لاہوریؒ نظر آئے۔میں نے سوچا میں ان کے پاس جا تا ہوں میں رات اپنے ایک مرید کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں سو گیا۔ قصور میں میرے بڑے مرید ہیں، لاہور میں بڑے مرید ہیں۔تو جب میں اپنے مرید کے پاس ٹھہرا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ سورج نکل آیا اور فجر کی نماز قضاء ہو گئی ہے میں فوراً اِنّاَلِلّٰہ پڑھ کے اٹھا تو دیکھا رات کا ابھی ایک بجا تھا۔میں نے سوچا ابھی تو بڑا ٹائم ہے۔میں پھر سو گیا، پھر میں نے خواب دیکھا کہ سورج چڑھ گیا اور فجر کی نماز فوت ہو گئی پھر میں اٹھا تو دیکھا تین بجا تھا۔ میں نے کہا اب سوتا نہیں۔میں

نہایا دھویا اور پیدل چل پڑا۔ پھر میں حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔ میں نماز پڑھ کر پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت نے درس دیا اور میری طرف دیکھتا رہا تو درس کے بعد مجھے اشارہ کیا اور بلایا۔ مجھے فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے کہا ہم حاضر ہوئے ہیں تو مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا کہ چار پانچ دن بعد آنا پھر ہم دیکھ لے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پھر ہم سیالکوٹ چلا گیا۔ وہاں ایک بٹ صاحب تھے" (میں نے کہا "عبدالغفور بٹ صاحب تھے" میں نے سارا تعارف کرایا) پھر کہا "میں تین چار دن وہاں ٹھہرا"۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ جس مدرسے سے ہم واقف تھے اسی کی ساری بات کر رہے تھے۔ وہ ویسے ہی میرے پاس آتے رہتے تھے۔ انسیت تھوڑی بڑھ گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ ہم تین چار دن بعد واپس آیا تو ہم نے نماز عصر کی مولانا لاہوریؒ کے پیچھے پڑھی نماز پڑھنے کے بعد میں ان سے ملا۔ مصافحہ کیا تو ایک طالب علم تھا دِیر کا اس کو بلایا فرمایا یہ پیر صاحب ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو وہ مجھے پہچان گیا۔ آخر وہ مجھے اندر حجرہ میں لے گیا اور انہوں نے میرے سینے پر کچھ لکھا اور میرا سینہ چکی کی طرح (چلنے لگا) میرے لئے سارا گریک (Greek) تھا۔ (چونکہ) ہم بڑے نیک صالح۔۔۔ سارا واقعہ اسی لئے سنایا ہے کہ میں آپ کو بتاؤں ہم کتنی سیڑھیاں چڑھے ہوئے تھے۔ مگر کچھ پتہ نہیں تھا۔ شاہ صاحب نے کہا وہ تو قطب تھا۔ وہ مولانا احمد علی لاہوریؒ وہ تو قطب تھا! وہ تو قطب تھا! بار بار کہا۔ ہم کیا جانیں کہ قطب کس کو کہتے ہیں؟ ہم تو قطب نما سے واقف، یا شمالی قطب سے یا جنوبی قطب سے۔ تو اس نے کہا وہ تو قطب تھا اور بڑا قوت تھا اس میں۔ میں نے کہا یا اللہ! یہ عجیب بات شاہ صاحب نے سنائی۔ نہ کبھی پہلے سنی نہ پڑھی۔ خیر یہ بات ختم ہو گئی۔

میرا کورس آگیا۔ رسالپور میں رہے۔ 1967ء شروع ہو گیا۔ جنوری 1967ء سے 31 جنوری 1968ء تک۔ کورس میں بڑے ملے گُلے ہوتے ہیں۔ لفٹین کپتان سارے اکٹھے۔ الحمدللہ میں پھر بھی اللہ کے فضل سے نماز پڑھتا تھا بلکہ کسی ایک کو ساتھ پکڑ کے نمازباجماعت پڑھتا تھا۔ الحمدللہ و الشکرللہ میری کوشش ہوتی تھی اللہ کے فضل سے فجر کی، مغرب کی، اور عشاء کی، تین نمازیں جو جہر ہیں یہ جماعت سے پڑھوں کبھی ڈیوٹی کی وجہ سے ظہر کی اکیلے پڑھنی پڑ جائے، ورنہ کوشش ہوتی تھی اور نہیں تو بیٹ مین کو کہنا کہ وضو کر کے آجاؤ اور ساتھ کھڑا کر لینا۔ نماز الحمدللہ و الشکرللہ، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے بے پناہ فضل ہے کرم ہے۔ اُس زمانے سے جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔ کبھی سفر میں رہ گئی ہو تو رہ گئی۔ جیسے ابھی ابوظہبی، دبئی جانا پڑتا ہے بعض اوقات راستہ میں ٹھہرنا پڑتا ہے تو نماز پھر بھی جماعت سے الحمدللہ ادا کر تا ہوں۔ امریکہ ائیرپورٹ پہ پہنچتا ہوں، پتہ تو ساتھیوں کو ہوتا ہے کہ حضرت نے عصر کی نماز پڑھنی ہے۔ انہوں نے اپنی نماز روکی ہوتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں نماز پڑھی تو نہیں ابھی۔ پھر وہاں (ائیر پورٹ) پر ہی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں۔ اپنا شعار بناؤ کہ نماز میں جیسے بچوں کو کھڑا کر لیا۔ متعلقین دکان میں ہیں یاتو نوکر کو کھڑا کر لیا۔ نماز با جماعت! اب میں کبھی سفر سے واپس آتا ہوں تو انتہائی تھکا ہوا ہو تا ہوں۔ نیند پوری نہیں ہوتی تو میں رُک جا تا ہوں تو میں ارشاد کو اور باقی جو کام کرنے والے ہیں ان کو پتہ ہے کہ صاحب تھکے ہوئے ہیں تو میں گھر والی سے کہتا ہوں کہ سب سے کہو وضو کر کے میرا انتظار کریں اور مجھے پانچ بجے جگا دینا۔ عصر کی نماز سوا چار/ساڑھے چار ہوتی ہے۔ تو میں پانچ بجے اٹھ کے نماز اپنی جماعت سے پڑھ

لیتا ہوں۔ تو ایسے حال میں بھی ہوں تو الحمدللہ نماز اپنی جماعت سے پڑھنی ہے۔ رسالپور میں ہم نماز جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔ سارے لفٹین، کپتانوں کو مجبور کرنا کہ آؤ نماز جماعت سے پڑھو۔ داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی اللہ کے فضل سے۔ داڑھی جو ہے اللہ کے فضل سے ایک بہت بڑا گائیڈ بھی ہے۔ یہ ظاہراً بھی آپ کو برائیوں سے روکتی ہے۔ کچھ شرم و حیا کام آجاتی ہے۔ پٹھان لوگ داڑھیوں کے ساتھ ہی (ایسے کام) اغواء کرتے ہیں۔ اسمگلنگ کرتے ہیں۔ پٹھان لوگ داڑھیوں کے ساتھ ہی گولیاں مارتے ہیں۔ ان کی بات علیحدہ ہے۔ اِلّا ماشاءاللہ سوائے ہمارے علی خان کے جنہوں نے آج تک بندوق بھی نہیں اٹھائی۔ ورنہ داڑھی کچھ حیا بندے کو دِلا ہی دیتی ہے۔ اللہ کے فضل سے جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو۔ میرے مولیٰ اس کی بنا پر کچھ رکاوٹ پیدا فرما ہی دیتے ہیں۔ تو ان کو حیا آجانی، کسی نے پڑھ لینی کسی نے نہ پڑھنی۔

اسی اثناء میں رمضان شریف آ گیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل رہا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح پوری پڑھنی ۔ کوشش یہ کرنی کہ رمضان شریف میں قرآن شریف پورا سنا جائے ہم جب PMA کاکول میں تھے تب بھی رمضان شریف آ گیا۔ ہم نے ایک حافظ صاحب کا بندوبست کیا۔ ایبٹ آباد سے اور پلاٹون کمانڈر سے بات کی تب ہم الطارق میں شفٹ ہو گئے تھے۔ اس کے ایک بلاک میں چٹائیاں بچھائیں باہر برآمدے میں۔ فرض نماز میں پڑھا دیتا تھا عشاء کی۔ تراویح ہم نے الحمدللہ PMA کاکول اکیڈمی میں بھی پڑھی۔ ہم مسجد میں جا نہیں سکتے تھے اپنے "الطارق" میں ہم نے تراویح ختم کرائیں۔ اسی طرح جب رسالپور میں رمضان شریف آیا سوچا، یا اللہ (کیا کریں) پڑھائی بڑی سخت ہوتی تھی۔ عمر حیات کے تو بائیں ہاتھ کی

بات ہے ہمیں انگریزی تو آتی تھی۔ ہم کو mathematics نہیں آتا تھا کہ میڈیکل اسٹوڈنٹ تھے۔FSc میڈیکل کِیا تھا۔ BSc فزکس، کیمسٹری کے ساتھ کِیا تھا فوج میں انجینئر نگ میں چلے گئے سائن کا کچھ پتہ نہ تھا۔ کہ سائن کیا بلا ہے۔ طبیعت میں حقیقتاً نفرت تھی۔ آج میں حیران ہوتا ہوں لوگ ریٹائر ہو کے پتہ نہیں کس طرح انگریزی لباس، کس طرح پینٹ پہنتے ہیں۔ میں نے الحمدللہ جب سے فوج چھوڑی ہے شاید ہی ایک یا دو دفعہ پینٹ پہنی ہو۔ نفرت تھی۔ پوری فوجی سروس میں چند دن میں نے ٹائی باندھی ہوگی وہ بھی مجبوراً۔ اب میں لوگوں کو دیکھتا ہوں سفید داڑھی ہے۔ کمر جھکی ہوئی ہے مگر ٹائی سوٹ کا شوق ختم نہیں ہوتا۔

تو الحمد للہ والشکر للہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا، فضل ہوا۔ میں رسالپور کی بات سنا رہا ہوں۔ رمضان شریف آیا تو سوچا یا اللہ تراویح کیسے پڑھی جائے۔ پڑھائی بڑی مشکل تھی۔ studies بڑی ٹف (مُشکل) تھیں۔ میرے لئے ڈبل ٹف تھیں جیسے میں نے بتایا ہے۔ لوگوں کو جو گھنٹہ میں یاد ہو جائے مجھے کچھ نہ یاد ہو۔ نفرت تھی ان بلاؤں سے، سب جھوٹ کے پلندے اِلاماشاءاللہ، خیالاتی قصے کہانیاں۔ تو جس وقت رمضان شریف آیا تو سو چا کہ یااللہ کِس طرح تراویح کے لئے مسجد میں جائیں گے (جانے آنے میں کافی وقت لگ جائے گا)۔ اُس زمانے میں جو سب سے بڑی ٹرانسپورٹ ہوتی تھی وہ سائیکل ورنہ پیدل۔ سب لفٹینوں کے پاس سائیکل، کپتانوں کے پاس سائیکل، جیسے میں نے کل بتایا کہ کارکسی کے پاس ہوتی نہیں تھی۔ بہت ہُوا تو اسکوٹر ویسپا یا موٹر سائیکل اور کوئی شے نہیں ہوتی تھی۔ (سوچا) اتنی دور مسجد میں کہاں جائیں گے تو ہمارے سامنے جو بلاک تھا وہاں فوجی کلب club تھا۔ club سمجھتے ہیں نا!

جس میں شرابیں ملے گلے ڈانس وانس ساری واہیاتیاں۔جس کا مرکز سمجھا جاتا تھا اسے club کہتے تھے۔انگریز کی سنت پہ عمل کرنے کے لئے ہر فوجی کلب میں پائی جانے والی سب علتوں کو اپناتے تھے۔میں کبھی کلب میں گیا نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ کا احسان، شروع سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں سے نفرت عطا فرمائی۔کوئی فنکشن ہو تو مجبوراً جانا پڑتا تھا۔میس (Mess) میں کھانا کھایا اور واپس آجاتے تھے۔اب سوچا کلب ہے اور کلب میں یا اللہ کس طرح تراویح پڑھی جائے۔اور آفیسر بھی پانچ چھ آفیسر میں نے اکٹھے کئے۔ایک سیکنڈ لفٹین تھا۔حافظِ قرآن تھا۔اس کو میں نے تیار کیا کہ یار تراویح سنالے گا۔اس نے کہا سنا لوں گا۔ میں نے اس سے کہا تُو تیاری کر یار۔ابراہیم۔ ماشاءاللہ بعد میں بریگیڈیئر ہو گیا۔ اس بیچارے نے تیار ی کی۔اس نے کہا سر تراویح پڑھیں گے کہاں؟ میں نے کہا تُو فکر نہ کر کوئی بندوبست کرتے ہیں۔اب کمانڈنٹ سے ملنے کے لئے میں نے انٹرویو مانگا۔کمانڈنٹ ہمارا بہت اچھا آدمی تھا۔ پیرخالد مسعود شاہ۔ وہ پیر تھا۔ پتلا سا بہت خوبصورت نیک آدمی تھا۔اس کے پاس ہم چلے گئے وہ فُل کرنل تھا ماشاءاللہ۔ رینک ایسی خطرناک چیز ہے۔ جیسے میاں خالد صاحب نے واقعہ سنایا جب امجد کیپٹن تھا تو بہت معتقد تھا جونہی فل کرنل ہوگیا تو لال پٹی نظر آنے لگتی ہے۔چڑھا دیتی ہے آسمان پر۔۔تو ہم نے کہا سر بات یہ ہے کہ رمضان شریف ہے۔تراویح پڑھنی ہے۔انہوں نے کہا مسجد میں جا کر پڑھو۔میں نے کہا اگر امتحان میں فیل ہو گئے تو آپ پاس کر دیں گے۔اتنی جرأت تو نہیں تھی مگر اس طرح کی باتیں کیں۔کہتے ہیں "نہیں پڑھائی کرنی پڑے گی"۔ میں نے کہا پڑھائی کے لئے جائیں گے یا تراویح پڑھیں گے۔امتحان فائنل ہونے والے تھے۔یہ

غالباً جنوری 1968ءمیں تراویح تھی۔ دسمبر، جنوری میں اور ایک مہینے کے بعد امتحان تھے اور ٹف(Tuff) امتحان ہوتے تھے۔(بڑی پڑھائی کی ہے ہم نے)۔ میں نے کہا سر کلب کے اندر تراویح پڑھنی ہے۔وہ حیران ہوئے کہ کلب میں تراویح پڑھنی ہے؟ میں نے کہا کلب کے اس حال میں جو بار روم تھا جہاں شراب پیتے تھے۔اس کمرے میں تراویح پڑھنی ہے۔انہوں نے کہا وہ تو پہلے ہی پلید ہے۔میں نے کہا اس کو پاک تو کرنا ہی ہے۔خیر ہم نے ان سے بات چیت کر کے اجازت لے لی۔صفیں منگوائیں اور وہاں بچھوائیں۔روزہ کھولتے تھے اور وہاں جاکر مغرب کی نماز پڑھتے تھے جماعت سے۔ عشاءکی نماز پر جا کر اذان دینی اور فرض پڑھنے اور پورا قرآن شریف کا سوا سپارہ سننا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس قرآن شریف کی برکت سے ہر چیز اللہ نے عطاءفرمائی ہے۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہی انسان کی کایا پلٹ،اصل چیز ہی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا شعور لوگوں کو عطا فرمائے (اٰمین) اب کئی پیرصاحبان، پیرفقیرصاحبان یہاں بیٹھے ہیں (یہ ایک مجلس میں حضرت نے باتیں ارشاد فرمائیں) صوبیدار حنیف صاحب کے چھوٹے بھائی تھے رفیق صاحب ان کے ایک پیر صاحب تھے وہاں پر ہوتے تھے وہ بھی سلسلہ نقشبندیہ کے تھے۔وہ بھی قلبی ذکر پاس انفاس سے کرتے تھے۔بس صرف یہی جانتے تھے۔تو وہ پیر صاحب کو پتہ چلا کہ یہ لفٹین یہاں کلب میں تراویح پڑھ رہے ہیں لو جی ایک بات انہونی ہوگئی۔کلب میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔دیکھا تو وہ پیر صاحب بڑے شوق سے ہمارے پاس آئے کہ جی ہم ملنا چاہتے ہیں میں نے کہا آپ آجائیں۔تو وہ آکر ذکر کرنا شروع ہو گئے۔لائٹیں آن۔

تین چار مرید ساتھ تھے۔ میں پہلے ہی ڈرا ہوا تھا ساروں سے۔ پیروں کے خلاف تھا سخت۔

ہاں ایک واقعہ چھوٹا سا رہ گیا کہ جب ہم چھوٹے بچے تھے تو ہمارے محلے میں ایک پیر جماعت علی شاہ صاحب پتہ نہیں ثانی تھے۔ وہ اور اُن کے مرید آئے تھے تو ہم سارے بچے کھڑکیوں پر چڑھ کر دیکھتے تھے دن کے وقت انہوں نے مجلسِ ذکر قائم کی۔ مجلس ذکر کے اوقات ہوتے ہیں۔ تہجد کا وقت خفیہ ہے مغرب کا وقت خفیہ ہے۔ خفی چیز ہے اور اندھیرے میں کرنے کی چیز ہے۔ تو وہ کمرے میں سانس سے کریں۔ اب ہم سب کھڑکیوں میں چڑھ کر دیکھ رہے ہیں۔ جا کر گھر پتہ چلا اچھی بھلی مار پڑی۔ کہ جِن چمٹ جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے ہونے کا واقعہ ہے۔

تو میں نے دیکھا ہوا تھا جو انہوں نے شروع کیا۔ لائیٹیں آن۔ میں چائے پانی لا رہا ہوں اور وہ کہیں چلیں پہلا لطیفہ قلب۔ ایسے ہی کسی کا منہ اِدھر کسی کا منہ اُدھر میں نے کہا یا اللہ خیر یہ کِتھوں (کدھر سے) آگئے ہیں۔ کہیں کہ ہمارا نقشبندیہ سلسلہ ہے۔

آخری عشرہ تھا۔ غالباً تئیسویں کی رات تھی یا پچیسویں کی رات تھی۔ ہم سو رہے تھے تو میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ پانچ چھ بزرگ ہیں لمبے چوغے پہنے ہوئے ہیں۔ سر پر پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ سامنے سے آرہے ہیں۔ (خواب میں دیکھا) میں کھڑا ہو گیا اور ملا تو مجھے انہوں نے ایک خاص بات کہی کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے یہ بات فرمائی ہے جونہی انہوں نے یہ بات کہی تو

میرے سینے میں ایک ٹھنڈک سی پڑی۔ وہ لفظ میں منہ سے نکال نہیں سکتا۔ میرے میں جرأت نہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔تہجد کا ٹائم تھا، ٹھنڈک سی محسوس ہوئی۔کافی دیر مجھے ٹھنڈک محسوس ہوتی رہی۔تو میں حضرتؒ کے، اللہ معاف کرے، مقامات سے کچھ واقف نہ تھا مناظرے کرنے۔ جیسے میں نے پہلے بتایا۔ہمیں کیا پتہ کہ حضرتؒ کونسی ہستی ہیں۔خیر میں واپس آیا عید پر سیالکوٹ تو میں نے والد صاحب کو خواب سنائی۔پوری بات نہیں سنائی۔انہوں نے دعا دی۔پھر مولوی محمد علی کاندھلوی صاحب۔ انہوں نے مولانا لاہوریؒ کے ہاتھ پر پہلے بیعت کی تھی۔وہ کہیں کہ میں بیعت فسخ کرتا ہوں یہ کرتا ہوں وہ کرتاہوں ان کو بھی غالباً سنائی چونکہ ان ہی سے ہمارا رابطہ تھا تعلق تھا خیر سن 1967ء ختم ہوا۔میری پوسٹنگ پنڈی ہو گئی۔ایک میجرصاحب ملے انتہائی درجے کا تماش بین، انتہائی درجے کا جوا کھیلنے والا جواری، آخری درجے کا نالائق اور بس اخبث الناس لوگوں میں سے تھا۔

اچھا جو میں نے پہلے واقعہ سنایا اپنے تایا زاد بھائی عبدالسلام صاحب کا جنہو ں نے میری کِٹ لگائی چِلّے کے بعد بڑا سخت بڑا سست کہا۔ مجھے پتہ چلا وہ بھی ماشاءاللہ تبلیغی جماعت میں چلے گئے ہیں اور داڑھی رکھ لی ہے۔میں نے کہا ہائے مجھے ملیں تو سہی ایک دفعہ میں بھی ان سے بات کروں۔تو میں پنڈی میس میں ٹھہرا ہوا تھا تو وہ سامنے سے آ رہے تھے۔گلے ملے بھائی عبد السلام صاحب۔ میں نے کہا بھائی جی انہوں نے کوئی بات ہی نہیں کی کہ میں کیا تھا تو میں کیا کرتا تھا۔میں نے بھی کوئی بات جتلائی نہیں۔اچھی بات ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ابھی بھی زندہ ہیں غیر ملکی تشکیل وہی کیا کرتے تھے رائیونڈ میں۔ پھر پکے رائیونڈ کے ہو گئے تھے۔رائیونڈ نے

سارے بزرگ نکالے اسی طرح سعودی حکومت نے (کئی ایسے بزرگ تھے جو مسجد نبویؐ میں جگہ چھوڑتے نہیں تھے) شُرطوں نے فوجیوں نے نکالا انہیں وہاں سے اسی طرح رائیونڈ میں بھی جتنے پرانے تھے ان کو نکالا کہ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں۔

وہاں پنڈی سے ہماری پوسٹنگ کاکول ہو گئی۔کاکول میں ہمارا کورس بڑی مشکل سے کوئٹہ کا آیا۔ JTC1, OW1 tactics کورس تھا۔فوج میں یہ کورس کرائے جاتے ہیں لفٹین اور کپتانوں کو۔ان دنوں میں لفٹین تھا تو جیسے میں نے عرض کیا سارے واقعات آپ کو سنائے کہ کتنی سیڑھیاں ہم چڑھے ہوئے تھے۔دینداری کی، نیکی کی اور پرہیزگاری کی پھر کوئٹہ پوسٹنگ ہوئی۔ وہی کوئٹہ جہاں میں نے وقت لگایا تھا کہاں 1962ء اور کہاں 1968ء۔چھ سال ہوئے تھے سارا کوئٹہ یاد تھا۔کوئٹہ کی ساری مساجد یاد تھیں۔روڈ پر جانا مرکز پر جانا۔Weapon Course کر رہے تھے۔الحمدللہ براؤن داڑھی۔سُچی داڑھی۔ اللہ کا فضل بے پناہ کرم۔

ہم تین افسر تھے کمرے میں۔میں تھا، ایک حنیف صاحب تھے اور ایک لڑکا عبدالرزاق بنگالی تھا وہ سیکنڈ لیفٹیننٹ تھا حنیف صاحب کپتان تھے۔میں فُل لفٹین تھا۔ پڑھائی ہو رہی تھی۔ فائرنگ کرنی یا gun کھولنی یا بند کرنی۔ رائفل پستول ویپن (Weapon) کورس تھا۔ کچھ افسر ایسے تھے جنھوں نے ویپن کورس کیا۔ان کے نمبر اچھے آئے تو انہیں JTC میں بھی شامل کرلیا جاتا۔ میرا بھی ان میں نام تھا میں بھی JTC میں آ گیا۔یہ غالباً اگست 1968ء کی بات ہے۔اس سے پہلے ہم بروری روڈ پر جاتے تھے وہاں ہم رہ کر گئے تھے۔وقت لگا کر گئے تھے۔

قصہ:

اللہ تعالیٰ کی شان ایک پلاٹون کمانڈر ہوتے تھے ہمارے PMA میں ان کا نام تھا میجر محمد امیر، عمر حیات کے شہر کے تھے پنڈی گھیپ کے رہنے والے تھے وہ بھی ان دنوں کوئٹہ میں تھے۔ وہ DQ تھے کسی بریگیڈ میں۔ پی ایم اے میں ٹریننگ کے دوران جب کبھی میں نے پریڈ کرنی یا اچھا کام کرنا۔کسی کو سراہنے کی توفیق نہ تھی۔ چونکہ ہر کوئی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔کہ یہ داڑھی والا کدھر سے آگیا ہے۔ کوئی شیو کرنے کی فکر میں تھا۔کوئی سزا دینے کی فکر میں ہوتا تھا۔ پلاٹون کمانڈر سارے میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے تو جب کبھی اچھا کام کرنا، رسہ کشی کرنا یا دوڑ لگانی تو وہ مجھے کبھی کبھی کہا کرتے تھے Well done Beg well done شاباش۔ تو بس وہ ایک پلاٹون کمانڈر تھے۔گو کہ ہمارے نہیں تھے۔کسی اور پلاٹون کے تھے مگر اُنکے منہ سے کبھی شاباش نکلتی تھی۔ورنہ ہر کوئی آنکھیں موٹی کر کے کھانے کو پڑتا تھا۔کیپٹن حنیف صاحب کہتے ہیں چلیں ہم ان کو سلام کرنے چلیں۔(call on) کرنے جائیں۔فوجی طریقہ سلام کرنے کا یہ تھا کہ ہم ان کو call on کرنے جائیں۔میں نے کہا چلتے ہیں۔ ہم دونوں، کیپٹن حنیف اور میں، پینٹ پہنی ہوئی۔لوگ پینٹ کے اندر قمیض ڈالتے تھے۔میں ذرا بش شرٹ پہن لیتا تھا۔شرم کے مارے کہ برا لگتا ہے۔ ٹوپیاں ان دنوں ایجاد ہی نہیں ہوئی تھیں۔ یہ چائنا والی۔کپڑے کی ٹوپی ہوتی تھی۔ الحمدللہ میں اللہ کے فضل سے اکثر باوضو رہتا تھا تو وضو میں نے کیا ہوا تھا عصر کی نماز پڑھ کر ہم دونو ں سائیکلوں پہ نکلے۔اُس زمانے میں مرسڈیز کار کون سی ہوتی تھی؟ ریلے کی سائیکل! سائیکل پہ نکلے، پہنچے تو دیکھا ان کے گھر کے لان میں چار پانچ

بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔بڑے با شرع، سر پہ رومال باندھے ہوئے۔پوری داڑھی تھی۔ اب چونکہ ہم ماشاءاللہ عالم اور عالم کے بیٹے، قاری صاحب سے پڑھے ہوئے قرآن تھوڑا بہت حفظ بھی کیا ہوا۔ قرآن کی قرأۃ ہر جگہ تلاوت کی۔ ہم کسی کو کیا جانیں کون ہیں؟ ہم بڑے جناب لفٹین کپتان۔ وہ میجر صاحب خالصتاً فوجی انداز میں انگریزی میں بولے حنیف how are you کیا حال ہے حنیف؟ حنیف صاحب ماشاءاللہ بٹالین جونئیر انڈر افسر رہے تھے۔ یہ ان کے پلاٹون کمانڈر رہے تھے تو بڑے فرینک (frank) تھے۔ابھی بھی چار فوجی اکٹھے ہو جائیں تو اسی اسٹائل میں بات کرتے ہیں۔اِنکی روش ہی اور ہوتی ہے۔میں نے حضرت شاہ صاحب کو یہ واقعہ سنایا تو حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے کہ ہم سویلین سمجھ ہی نہیں سکتے کہ فوجی روش کیا ہے۔ خیر ہم سلام کر کے بیٹھ گئے تو میجر صاحب نے ہمارے لئے چائے منگوائی۔ جو چار پانچ بزرگ بیٹھے تھے وہ میری طرف غور غور سے دیکھ رہے تھے کہ یہ داڑھی والا کون آیا ہے۔کہ یہ لفٹین صاحب ہے۔ لفٹین داڑھی کے ساتھ دیکھنا تو ایک انہونی بات تھی۔ تو داڑھی کے ساتھ کسی لفٹین یا فوجی کو دیکھنا پورے پاکستان آرمی میں پتہ نہیں ایک کرنل کیا نام تھا سبحان، کراچی میں چھوٹی سی داڑھی تھی وہ بھی بیچارا میڈیکل کور کا تھا۔اور کوئی افسر داڑھی والا تھا ہی نہیں پاکستان آرمی میں۔ خیر ہم بیٹھ گئے تو وہ سارے میری طرف دیکھتے جائیں۔میں بھی کَن اَکھیوں سے ان کی طرف دیکھتا جاؤں۔دل میں میں نے کہا کہ یہ پیر صاحب ہیں۔چونکہ ان دِنوں کسی کا پاسپورٹ نہیں بنتا تھا یہ بڑا مشکل تھا۔ میں نے سوچا کہ اُنہوں نے شاید پاسپورٹ وغیرہ بنوانا ہوگا۔تھوڑی دیر میں چائے آگئی اِن میں جو نوجوان اور گورا سا تھا

سارے اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تھے میں سمجھ گیا کہ یہ ان کا پیر صاحب ہے۔ اُس کا سادہ لباس پیری والا بزرگی والا تھا چائے آئی تو تین کپ آئے۔ایک میجر صاحب کے لئے دو ہمارے لئے وہ غالباً پہلے پی چکے تھے۔میں نے چائے میں چینی ڈال کر اُن کو دی۔اکرامِ مسلم اس وقت ہم نے پڑھا ہوا تھا، سُنا ہوا تھا، جانتے تھے۔میں نے کہا کہ آپ یہ چائے لیں حالانکہ میں خود باہر سے آیا تھا۔مہمان تھا۔انہوں نے کہا نہیں ہم نے ابھی ابھی پی ہے۔ میں نے کہا کہ بُری بات ہے ہم پی رہے ہوں اور آپ نہیں تو میجر صاحب نے ایک کپ اور منگوالیا۔ چائے انہوں نے پینی شروع کی تو کہا کہ " اللہ کرے جس طرح ظاہر ہے ویسا باطن بھی ہو جائے" نام باطن کا سنا تھا کہ کوئی اندر کی چیز ہوتی ہے۔ میں چُپ رہا۔ بتایا نا سیڑھیاں بڑی چڑھا ہوا تھا۔ تو جب انہوں نے کہا جیسا ظاہر ہے ویسا باطن بھی ہو جائے تو میرے کان کھڑے ہو گئے کہ یا اللہ باطن کا نام سنا تھا ہم نے۔ باقی لوگوں میں سے کسی نے by the way (بر سبیلِ تذکرہ) بات کی کہ جی ذِکرفکر کے دوران اگر مرید کی حالت بگڑ جائے تو پیر صاحب کو کیا کرنا چاہیے۔اب ہم تو پہلے ہی پیروں کے سخت خلاف ۔۔تو بڑے مزے سے کہا ہاں، اگر شیخ کامل ہو دیکھے کہ مرید کی حالت بگڑ رہی ہے تو فوراً اُسے(روحانی طور پر) اٹھا کے مسجد نبویؐ لے جائے۔چونکہ رسولِ اکرم ﷺ کے انوار میں اتنی جمالیت ہوتی ہے، اتنی ٹھنڈک ہوتی ہے کہ فوراً اس کی حالت ٹھیک ہو جاتی ہے۔میں نے آپ کو پہلے بتایا ہے کہ ان دنوں بڑے ڈبہ پیر وغیرہ مشہور تھے میں نے سوچا کہ وہ اسی قبیل کا بندہ ہے۔کہ " رُکیں رُکیں سواری آرہی ہے رسول اللہ ﷺ کی"۔ ایسے کہتے ہیں وہ لوگ۔اِن دنوں ان پیروں کا بڑا چرچا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اوہو! یہ تو اسی

Category (قبیل) کے لگتے ہیں۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ " بعض اللہ والوں میں بھی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ ان کے انوار میں بڑی جمالیت اور جلالیت ہوتی ہے۔ جب میں کبھی مولانا تاج محمودامروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلا جاؤں تو ان کے انوار میں بے شمار گرمی ہے۔ بے شمار تیزی ہے، بندہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس کے مقابلے میں جب کبھی مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی خدمت میں چلا جاؤں تو ایسے ٹھنڈ پڑ جاتی ہے جیسے بندہ پھولوں کی سیج پر آگیا ہے"۔ میں نے سارا واقعہ اسی لئے بتایا ہے کہ آپ کو بیک گراؤنڈ (پس منظر) سمجھ میں آجائے۔ کہ میں کس background میں تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ مولانا لاہوریؒ کی بات سنا رہا ہے۔ مجھ سے کہاں رہا جاتا میں تو بڑا پڑھا لکھا، بڑا فاضل، بڑے چلّے لگائے ہوئے۔ مجھ سے صبر نہ ہوا۔ تو میں نے کہا مولانا لاہوریؒ تو بہت بڑی ہستی تھے تو وہ مسکرا کے کہتے ہیں ہاں جی بہت بڑی ہستی تھے۔ اپنے زمانے کے قطبِ ابدال تھے۔ چوتھے عرش تک اُن کے مناز ل ہیں۔ یہ ساری بات میرے لئے انہونی اور سمجھ سے بالاتر ایک Greek۔ نہ کبھی سنا نہ پڑھا۔ مجھے وہ شاہ صاحب (ملیر کینٹ والے) یاد آگئے جو کہتے تھے "وہ قطب تھا وہ تو قطب تھا!" اس بات کو ڈیڑھ، دو سال گزر چکے تھے یہ کوئٹہ کی بات ہے۔ میں نے بچپن میں مولانا لاہوریؒ کی زیارت کی ہوئی تھی۔ اُس وقت مجھے نہ تو قطب ابدال کا پتہ تھا اور پہلی دفعہ چوتھے عرش کا نام سنا تھا۔ میرے لئے یہ ساری باتیں نئی تھیں۔ ساری میری پڑھائی لکھائی کافور ہونا شروع ہوئی۔ وہ ہم جو سیڑھیاں چڑھے ہوئے تھے، ساری سیڑھیاں ہلنی شروع ہوگئیں۔ ہمیں تو کچھ پتہ نہیں تھا۔ جب انہوں نے کہا نا مولانا لاہوریؒ کے بارے میں کہ چوتھے عرش تک منازل ہیں میں نے فوراً

مولانا عبداللہ درخواستی کا نام لیا تو وہ کہنے لگے "ہاں ہاں فناءفی الرّسول ﷺ ہیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ کر بات کرتے ہیں اور پورے مجمع کو (روحانی طور پر) اٹھا کر وہاں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں 'کوئی پانی کے لئے اٹھے نہ پیشاب کے لئے ڈر ہے تار ٹوٹ نہ جائے'۔ سب کے سینے میں رسول اللہ ﷺ سے تار جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں"۔میں نے یہ بات سیالکوٹ کی سُنی تھی۔ میں دل ہی دل میں تھوڑا سا حیران ہوا پھر میں نے کہا شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ۔انہوں نے کہا " ہاں بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ تُو ہم سے دین کا کام لے لے۔اے اللہ تو ہم سے دین کا کام لے لے۔بعض لوگوں سے کہا جا تا ہے ہم تم سے دین کا کام لیں گے۔یہ تو ان لوگوں میں سے ہیں"۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ نہ ان کو رائیونڈ میں دیکھا نہ کبھی اور جگہ۔سوچا یا اللہ بندہ تو کوئی اپنا ہی لگتا ہے خیر ہو ساری باتیں جتنی بھی تھیں وہ ہمارے سارے محکمے سے بالکل مختلف، تھوڑی دیر کے لئے سناٹا سا طاری رہا۔اسی اثناء میں مغرب کی اذان کی آواز آئی۔ہم تو قاری صاحب تھے۔قرآن پاک، قرأۃ بچپن سے پڑھے ہوئے تھے۔الحمدللہ! اور اس فن میں ماہر تھے۔سارے رموز و اوقاف سے آشنا تھے۔ سارے وضو کرنے کے لئے اٹھے۔ حنیف صاحب بھی وضو کرنے چلے گئے۔ میرا وضو تھا۔میں نے جیب سے ٹوپی نکالی۔اُس زمانے میں کپڑے کی ٹوپی ہوتی تھی۔ وہ پہنی۔ پینٹ پہنی ہوئی تھی (مگر) اُس کے اوپر بُشرٹ تھی۔ قاری صاحب تھے معمولی شئے تھوڑا ہی تھے۔ دل ہی دل میں میں نے کہا کہ کوئی بات اندر کی لگتی ہے۔کَشَفْ نام سنا تھا۔ سارے تبلیغی جماعت والوں نے سنا ہوتا ہے۔ اندر سے کیا چیز ہے؟ باطن یا

کشف۔ اسکا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں۔ جب ہم نماز کے لئے اٹھے۔ چادر (ساڑھی) بچھائی۔ تب مجھے پتہ چلا کہ بلوچستان میں چادر کو ساڑھی کہتے ہیں میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ بڑے پیر صاحب بنتے ہیں۔ مانوں تب اگر جماعت میں کراؤں۔ حالانکہ وہ سب باشرع۔ شرعی لباس پہنے ہوئے۔ کیونکہ اکثر نماز میں امام صاحبان قرآن شریف قرأۃ کی رعایت سے نہیں پڑھتے۔ قرآن ٹھیک ہو، قسمت والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشے ہم سب کو۔ قرآن شریف کو پورے طریقے سے ٹھیک پڑھنا قسمت والوں کی بات ہے۔ اکثر جو پیر ہوتے ہیں اِلّا ماشاءاللہ۔ یہ سب غلط ہی پڑھتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ بھی غلط پڑھیں گے، سورۃ ملانی نہیں آئے گی وہ غلط پڑھیں گے۔ میں نے دل میں یہ خیال کیا باتیں تو بڑی ایسی کی ہیں مولانا لاہوریؒ کی۔ میرے حاشیۂ خیال سے بالا۔ میں سوچ میں پڑ گیا یا اللہ یہ کیا باتیں انہوں نے سنائیں۔ وہ نوجوان پیچھے سے وضو کرکے آ رہا تھا وہ میری کمر پر ہاتھ رکھ کے کہنے لگا کہ جماعت آپ کرائیں۔ میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ میں تو یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے کہا کہ جماعت آپ کرائیں۔ میں نے کہا نہیں نہیں آپ کرائیں۔ انہوں نے کہا نا جی نا آپ کرائیں۔ زیادہ فائدہ ہوتا ہے میں نے پتہ نہیں، کیا نماز پڑھائی۔ سنتیں پڑھیں۔ دو نفل پڑھے تو (وہ نفل پہ نفل پڑھتے جائیں) میں نے کہا یا اللہ پتہ نہیں یہ کون سے نفل پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے نوافلِ اوّابین کا سُن رکھا تھا۔ پڑھتے کسی کو آج تک نہیں دیکھا تھا۔ آپ بھی اللہ کی ذات کو حاضر ناظر جان کے بتاؤ جب اس رستے میں آئے تب پتہ چلا اوّابین کے نوافل کسے کہتے ہیں مگر مجال ہے کسی نے پڑھے بھی ہوں۔ زندگی میں کسی نے سنے ہوں۔ نام سنا ہو گا۔ تہجد بھی نفل ہوتے ہیں اس کے حامل، قسمت والے ہوتے ہیں۔ خیر! وہ

پانچ چھ بندے نفل پہ نفل پڑھے جائیں۔ہم بُوٹ وُوٹ کَس کے کھڑے ہو گئے تھے۔ اب ایسے واقعات پیش آئے جو انتہائی اُنسیت کے تھے۔انتہائی عجیب تھے میرے لئے۔ انتہائی محبت کے تھے۔میں نے ان سے کہا جی! آپ میرے کمرے میں تشریف لائیں۔ میرے ساتھ چلیں۔ یہ نہیں کہ میں کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے تو پہلے ہی بڑا کچھ حاصل کیا ہوا تھا۔ اس کا کچھ شعور تھا نہ اس کا پتہ تھا۔ ویسے ہی محبت کی خاطر کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ میں تو جوتی کی دھوڑ بھی نہیں ہوں۔ میرے استاد ابھی زندہ ہیں۔آپ میری طرف سے تحفہ قبول کریں ایک کتاب ہے ان کی لکھی ہوئی اس کا بغور مطالعہ کریں۔ میں نے کہا آپ پھر بھی تشریف لائیں۔ کہنے لگے میں تو فورٹ سنڈیمن سے آیا ہوں، کل میں واپس چلا جاؤں گا۔ البتہ میں مشائخ سے مشورہ کروں گا اور اگر مجھے ٹھہرنے کی جازت دے دی تو ٹھہر جاؤں گا ورنہ چلا جاؤں گا۔ بہت شکریہ۔انہوں نے کہا یہ میجر صاحب کے بھائی بشیر صاحب ہیں۔یہ آپ کو کتاب پہنچا دیں گے وہ بھی ساتھ تھے انہوں نے کہا میں آپ کو کتاب پہنچا دوں گا۔ ان کی بھی داڑھی تھی ماشاءاللہ انہی ساتھیوں میں سے تھے۔ہم جب سائیکل پر واپس جانے لگے تو سارے رستے میرا دماغ گھومتا رہا کہ مولانا لاہوریؒ کے بارے میں بات کی ہے۔بندہ تو کوئی اپنا ہی لگتا ہے۔اور ایسی عجیب عجیب باتیں، نماز بھی پڑھائی۔ واپس آئے تو دماغ میں سناٹا سا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ سوچ بچار۔۔۔ کہ یااللہ یہ کیا ہوا۔ یہ کیسے ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ سارے پیر عجیب ہوتے ہیں اِلّا ماشاءاللہ۔ ایسے ہی لوگوں کو پھنسایا ہوتا ہے۔ چونکہ میں نے علمِ جفر والے(شاہ صاحب) بھی دیکھے ہوئے تھے۔

دوسرے دن عصر کے وقت میجر امیر ملک صاحب کا بیٹا بلال مجھے لینے آ گیا اور بتایا کہ وہ ٹھہر گئے ہیں۔اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو بُلا لاؤں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں نے کہا اچھا میں چلتا ہوں۔میں نے عصر کی نماز الحمدللہ پڑھ لی تھی۔ وضو تازہ کیا۔ ٹوپی رکھی۔اب میں نے پینٹ نہیں پہنی، شلوار قمیض پہنی۔ پینٹ پہن کر تو Call on کے لئے گئے تھے، فوجی افسر تھے۔ان دِنوں اگر آپ پینٹ کے بجائے شلوار قمیض پہن لو تو سزا ہو جاتی تھی۔ رستے میں جب ہم سائیکل پر جارہے تھے تو میں نے کہا، "یار بلال یہ کہیں بیعت تو نہیں کرتے؟" (کہ پیر ہوتے ہیں تو بندہ پھنس جائے خوامخواہ) عقیدہ یہ تھا کہ والد صاحب زندہ ہیں تو بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ تو کُل حیرانگی، درحیرانگی کی باتیں ہوئیں۔۔۔ جب پوچھا کہ یہ بیعت تو نہیں کرتے تو بلال نے کہا کہ یہ رسولِ اکرم ﷺ کے دَستِ مقدس پر بیعت کراتے ہیں۔ لو! وہ کل کی حیرانیاں ختم نہ ہوئی تھیں کہ اِک نئی بات شروع ہو گئی۔ایک تسلی تو ہوگئی کہ بیعت نہیں کرتے مگر سوچا کہ یا اللہ نہ کبھی سنا، نہ کبھی پڑھا، نہ والد صاحب نے، نہ مولوی صاحب نے، نہ مولانا لاہوریؒ نے، نہ مولانا محمد علی کاندھلویؒ نے اور نہ چلّے پہ سنا۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پھر کہا کہ نماز آپ پڑھائیں۔ تو نماز الحمدللہ میں نے ہی پڑھائی۔

نماز کے بعد انہوں نے بتایا ہمارا سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ ہے۔ سینے میں پانچ لطائف ہیں پورے وجود میں سات لطائف ہیں۔پہلا لطیفہ قلب یہ ہے، دوسرا یہ ہے، تیسرا یہ ہے، (اُس زمانے میں ساتوں لطائف بیک وقت شروع ہوتے تھے۔) چوتھا یہ ہے، پانچواں یہ ہے، چھٹا یہ ہے، ساتواں یہ ہے۔ اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

دوسرے دن میں عصر کے بعد ذرا جلدی چلا گیا۔ کل والے بندوں نے بتایا کہ یہ نائیک شیر علی ہے۔ بڑا تیز صاحب کشف ہے۔ اب ہم کو صاحبِ کشف کا نام وہم و گمان نہیں پتہ۔کشف کا لفظ سنا تھا۔ یہ فلاں صوبیدار صاحب ہیں۔ یہ فلاں حوالدار صادق صاحب ہیں۔ یہ فلاں ہیں۔ وہ سارے کُلُّھُم فوجی تھے جو کل بیٹھے تھے اور ماشاءاللہ داڑھیاں پوری باشرع۔ سب سے ملے۔ ان کو پتہ چلا یہ لفٹین صاحب ہیں۔ اب انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ میرے ساتھ شیر علی کو بٹھایا اور ہم چار یا پانچ آدمی تھے ۔ لائٹیں آف کر دیں۔ یہ تسلی ہو گئی تھی بیعت نہیں کرتے پھنس تو نہیں جاؤں گا۔ لائٹیں آف ہوئیں تو کہتے ہیں شیر علی چلیں حضرت کی خدمت میں۔ میرا نام پوچھا میرے والد صاحب کا نام پوچھا۔ حضرتؒ کو اطلاع دی کہ فلاں بن فلاں حلقے میں آرہا ہے دعا فرمائیں۔ اب میرے ساتھ شیر علی بیٹھا ہے۔میں کہنیاں لگا کر محسوس کررہا ہوں اس کو۔ انہوں نے جب کہا شیر علی چلو حضرت کے پاس تو اس نے دو منٹ کے بعد کہا کہ حضرت نے دعا فرمائی ہے۔

مجھے بتا چکے تھے کہ ہمارا سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ ہے۔مجھے اتنا تو پتہ تھا کہ نقشبندیہ سلسلہ حضرت بہاءالحق نقشبندیؒ سے چلا ہے۔ چشتیہ حضرت معین الدین چشتیؒ سے چلا ہے قادریہ حضرت پیران پیرؒ سے اور سہروردیہ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے۔ اتنا تو بچپن سے پتہ تھا والدہ صاحبہ سے، والد صاحب سے اور چاروں سلاسل کا بھی پتہ تھا۔ پیرصاحبان ہوتے ہیں اور ایسے طریقے ہوتے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا پتہ تھا۔اب جو سلسلہ انہوں نے بتایا، طریقہ

بتایا، کرکے بھی دکھایا ۔حضرت سے دعا کرانے کے بعد کہتے ہیں شیر علی چلیں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں۔جونہی انہوں نے یہ کہا تو مجھے وہ خواب والی بات یاد آگئی۔جو رسالپور کی تھی۔میں نے کہا بات اوپر سے نہیں اندر سے ہے۔ یہ میری ذاتی بات تھی۔شیر علی نے کہا حضرت (پیرانِ پیر)نے دعا فرمائی ہے میں نے بعد میں پوچھا کہ جی آپ نے حضرت پیرانِ پیرؒ کا نام لیا تھا؟ تو اُس نے کہا ”مجھے نہیں پتہ کہ میں نے حضرت پیران پیرؒ کا نام لیا ہے۔آپ نے کہا تو مجھے پتہ چلا“۔ پھر انہوں نے کہا شیر علی چلیں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں اطلاع دیں کہ فلاں بن فلاں حلقے میں آ رہا ہے۔ میں نے کہا یا اللہ میرے سے تو میرا نام (اچھا) ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہے۔ پہلا دن تھا کچھ سمجھ نہیں آئی۔آنکھیں کھول کے سیدھی طرف دیکھا پھر الٹی طرف دیکھا کہ سارے ذکر میں مشغول ہیں۔ جناب کیا ذکر ہوتا تھا، کیا بات ہوتی تھی، کیا شان ہوتی تھی معمول کی۔ایک مجاہدہ ہے نفس کے ساتھ۔ریاضت ہے۔کیا کیفیت تھی۔ خیر لمبا ذکر ہوا، مراقبہ ہوا۔ہم لوگ بیٹھے رہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے کہا ہم کل فلاں جگہ جائیں گے۔آپ مسجد میں تشریف لے آنا۔ انہوں نے مجھے جانے سے پہلے کہا کہ آپ حضرت کی خدمت میں خط لکھیں، جوابی خط لکھیں گے تو جواب آجائے گا ورنہ اطلاع تو ہو ہی جائے گی۔ میں نے کہا انشاءاللہ! ابھی جاکے خط لکھ دوں گا۔اُن میں سے ایک حوالدار صادق تھے۔اُس نے پوچھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے پاس آ جایا کریں۔میں نے کہا بسم اللہ! تشریف لائیں۔انہوں نے کہا اسی طرح تہجد کا ذکر ہے۔اُس دن سے اللہ کے فضل سے تہجد کی نماز شروع ہوئی۔حوالدار صادق اور شیر علی صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ لفٹین حلقے میں آیا ہے۔میں پہلا فوجی افسر تھا

جو حلقے میں آیا۔ پوری جماعت میں الحمدللہ پہلا فوجی افسر۔ اب تو الحمدللہ سینکڑوں ہیں۔ سب کُلّھُم میرے شاگرد در شاگرد در شاگرد ہیں۔ اُن کو اس بات کی خوشی کہ ایک لفٹین حلقے میں آیا ہے۔ اس وقت 1971ء کی جنگ نہیں ہوئی تھی۔ بڑی ویلیو Value تھی، بڑی وقعت تھی فوجی افسر کی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا۔ لکھنا کہاں آتا ہے فوجیوں کو، کہاں ادب و آداب کا پتہ۔ جیسے بھی تھا، لکھا کہ میں لفٹین ہوں دعا فرمائیں کپتان ہو جاؤں۔ (خالص دنیا دارانہ خط) کورس کر رہا ہوں دعا فرمائیں کہ اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں۔ والد صاحب پریشان ہیں دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کی پریشانی دور فرمائے۔ اور لکھا کہ میں نے ذکر فکر شروع کیا ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے۔ وہ تین موٹی موٹی باتیں یاد ہیں۔ ایک میں نے کپتانی کی دعا کے لئے لکھا دوسرا کورس کے لئے لکھا اور تیسرا والد صاحب کی پریشانی کے متعلق لکھا۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ اٰمین! ماشاءاللہ حضرتؒ کا یہ معمول ہو تا تھا کہ خط کا فوری جواب دیتے تھے، فوراً۔ اب (میرے پاس بھی) اتنے خط آتے ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں جواب دینے کی۔ جواب جب نہ دیئے جائیں تو ساتھیوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ حضرت گھر میں نہیں ہیں۔ اب میں کینیڈا امریکہ جاتا ہوں تو اتنی ڈاک پڑی ہوتی ہے۔ بے شمار خط۔

حضرت کی طرف سے خط کا جواب آ گیا۔ اس خط کو کھولا اور پڑھا۔ ایک دفعہ پڑھا کچھ سمجھ نہ آئی۔ دو دفعہ پڑھا۔ کچھ عربی اور کچھ فارسی لکھی ہوئی تھی۔ ہم لفٹین حضرات کو فارسی، عربی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ چونکہ عربی و فارسی پوری طرح پڑھے

ہوئے نہیں تھے۔بس میٹرک تک جو پڑھا تھا وہ ہی پڑھا تھا (عربی جو اسکول میں پڑھی تھی)۔

خط: از طرف ناچیز اللہ یار خان

بخدمت عزیزم مرزا محمد احسن بیگ صاحب،

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔آپ کا خط مل کر کاشفِ حال ہوا۔آپ کے خط کے ساتھ اُن کا خط بھی ملا ہے (جن صاحب کا تذکرہ میں نے اوپر کیا ہے) کوئٹہ کی کارروائی تحریر فرمائی ہے۔ عزیزم! میری ایک بات خوب ذہن نشین فرمالیں کہ میں کوئی پیر نہیں ہوں۔ نہ ہی ظاہری بیعت اپنے ہاتھ پر لیتا ہوں۔ میں ایک معلّم ہوں تعلیم سلوکِ اسلامی کی دیتا ہوں جو دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔ عزیزم، آپ ایک فوجی افسر خوب سمجھ سکتے ہیں کہ تعلیمِ فن کے لئے استاد معلّم کا ماہرِ فن ہونا چاہیے نہ کہ مقبول بھی۔

مقبولیت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ عزیزم میں کیا جانوں دوسری بیعت میں تو شافعِ اُمّت حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت کراتا ہوں۔ جو سارے جہانوں کے پیر ہیں۔ عزیزم! **اَنَا مِنَ الرِّجَالِ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ**۔ میں اُن مردانِ خدا میں سے ہوں کہ جس کا جلیس بدبخت نہ رہے گا۔ بشرطیکہ بندہ سے خلوص سے تعلق قائم کیا تو۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے

معرفتِ الٰہی کے لئے پیدا کیا۔ انسانی تخلیق کا فلسفہ قرآن حکیم نے **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن** میں فرما کر بیان کر دیا۔ انسان کے لئے اولین فرض ہے کہ رضائے الٰہی کو تلاش کرے اور ظاہر اور باطن اپنے مالک کا مطیع بن جائے۔ عزیزم! جب تک باطن صاف نہ ہو تب تک ظاہر خطرے میں ہے۔ باطن کی خرابی سے آہستہ آہستہ ظاہر بھی خراب ہو جاتا ہے۔اور پھر ظاہری احکامِ شریعت کے بجا لانے میں تعطّل پیدا ہو جاتا ہے۔عزیزم جیسے علومِ ظاہریہ کا بغیر عالمِ ظاہر کے حاصل کرنا محال ہے۔اسی طرح علومِ باطنیہ بھی بغیر عالمِ باطن کے حاصل کرنا محال ہے۔ عزیزم! انسان ہزاروں چلّہ کشی کرے، مجاہدہ ریاضت کرے، تخلیہ و بے خوابی وغیرہ مدت مدید تک کرے، شیخ کی ایک توجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ شیخ کامل ہو۔ عزیزم! کاملین کا وجود عنقاء ہو چکا ہے۔ کچے صوفیوں کی دوستی خود تباہ کن ہے۔ پھر خام بھی اور جاہل بھی۔ مولانا جامیؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے فرمایا:

مکن با صوفیان خام یاری
کہ با خامان باشی خام کاری
کہ باشد آں یارے خدائی
دِلش روشن زنورِ آشنائی

چنیں یارے کہ یابی خاک اُوشو
اسیرِ حلقۂ فتراک اُوشو

عزیزم! ملازمت کا ہونا کوئی عیب نہیں بشرطیکہ خدا تعالیٰ نہ بھول جائے۔

عزیزم! ہم تو ضروری کراتے ہیں کہ دربارِ رسولِ اکرم ﷺ میں سالک کو پہنچا دیں۔ رسولِ انور ﷺ کے ہاتھ میں سالک کا ہاتھ پکڑا کر عرض کر دیں کہ یا رسول اللہؐ یہ آپ کا امتی ہے۔ ہمارا کام تھا آپؐ کے دربار میں پہنچانا۔ آگے یہ جانے اور آپ (ﷺ) جانیں۔

عزیزم! یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ سینکڑوں حضوری ہو چکے ہیں۔ اس نعمت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے۔ ساری دنیا کی حکومت اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ آپ خدا والے بن جاؤ خدا تعالیٰ آپ کا ہوگا۔

اِیں آں سعادت ہست کہ حسرت بُرد بَر آں
جویانِ تختِ قیصر و مُلکِ سکندری

یہ چھوٹا سا خط پہلے دو صفحے۔ دوسرے صفحے پر لکھا تھا کہ۔۔۔

آپ کے والد صاحب کی پریشانی، معلوم ایسے
ہوتا ہے کہ ان کو کوئی اولاد کی پریشانی ہے۔ اگر ایسے ہی ہے تو مجھے

تحریر کرنا۔ جہاں تک آپ کی ترقی کا معاملہ ہے تو کوئی معنی نہیں کہ کوئی ترقی روک سکے ہاں مگر مشکلات پیش آتے ہیں، اولیاء اللہ کو پیش آتے ہیں، ان سے بڑھ کر انبیا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کو پیش آئے۔ عزیزم! آپ ایک عارفین کاملین کی جماعت میں آگئے کوئی معنی نہیں کہ کوئی ترقی روک سکے۔

خط میں نے ایک دفعہ پڑھا دو دفعہ پڑھا۔ یا اللہ نہ فارسی جانتا تھا نہ عربی جانتا تھا۔ عربی تھوڑی بہت پتہ تھی۔ مگر حضرت کی تحریر میں اعراب نہیں تھے الحمدللہ و الشکرللہ اس وقت سے یہ خط مجھے حفظ ہے حضرت کا۔ میں نے حفظ کیا نہیں۔ یہ نہیں کہ میں نے دس دفعہ پڑھا ہے۔ بالکل نہیں! ایک دفعہ پڑھا دو دفعہ پڑھا ہے یہ ہے کہ فارسی کے شعر تین چار دفعہ پڑھے۔ بعد میں حضرت کی زبان مبارک سے سنتے رہے تو وہ چیز یاد ہو گئی۔ تب اللہ کے فضل سے بے پناہ دل میں اشتیاق، بے پناہ ایک کیفیت دل میں کہ یا اللہ۔۔ حتیٰ کہ جب ذکر فکر شروع ہو گیا اور میں والہانہ لگ گیا سب سے پہلا کام یہ کیا کہ میں نے پٹے رکھ لئے اور میں تسبیح کے بغیر نہیں رہتا تھا۔ حتیٰ کہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا ہوا ہوتا تھا تو مجھے پریڈ میں روکا گیا کہ نکالو ہاتھ جیب سے۔ میں تسبیح پڑھ رہا ہوتا تھا۔ اف! عجیب کیفیات تھیں۔ اسی اثناء میں میں اتنا خوش، خوشی سے لبریز کہ جا کر میں نے والدصاحب کو بتانا ہے۔ والد صاحب کو سب سے پہلے میں نے جا کر اللہ اللہ کرائی ہے۔ وہاں ذکر کرتے تھے صبح شام وہ جب آیات تلاوت کریں کہ **اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸** میں نے کہا یا اللہ یہ آیتیں آج تک کسی

نے تلاوت نہیں کیں۔ آج تک کسی نے بتائی نہیں۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب قلبی اطمینان ہے ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ میں نے سوچا دیکھو آج تک کسی نے یہ بات نہیں بتلائی۔ خیر میں والہانہ لگا رہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کرم سے۔ کوئٹہ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ان دنوں اب میری یہ کیفیت، خط و کتابت حضـــرت سے تھی۔ ان ہی دنوں حضـــرت نے مجھے ایک خط بڑے راز کا لکھا:

"عـــزیزم ! اللہ تعالیٰ آپ کو آگے چل کے یہ منصب عطا فرمائے گا۔ کسی ساتھی سے بات نہ کرنا۔ ساتھیوں میں حسد پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ان کا نقصان ہو جاتا ہے"۔

وہ خط میں نے قرآن شریف میں نیچے کر کے رکھ دیا کہ میرے لئے یہ بھی ایک صحیفہ ہے۔ یہ ضمناً بات آگئی۔ ان دنوں ہم مرکز کی مسجد میں گئے تو ایک ترک نوجوان آیا تھا۔ زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم۔ ترکی والے نہ انگریزی جانتے ہیں نہ اردو ۔ کوئی شے نہیں جانتے اور نہ ترکی زبان ہمیں سمجھ آتی ہے۔ امیر صاحب سے بات کرکے اسے میں اپنے کمرے میں لے آیا۔ وہاں ایک حاجی یوسف صاحب پریس والے تھے۔ اُن کی ڈیوٹی تھی کہ اُنہیں اِسے لاہور کے لئے ائیر پورٹ پر چھوڑنا تھا۔ اس نے لاہور سے پھر رائیونڈ جانا تھا۔ ترکی سے آیا تھا نوجوان گورا چٹا داڑھی نہیں تھی۔ ترکی میں داڑھی نہیں رکھنے دیتے تھے۔ میں اُس کو لے تو آیا۔ میں نے رات کو اسے کھجوریں کھلائیں مجھے ابھی تک یاد ہے۔ اب ذکر میں نے کرنا تھا۔ میرے ساتھ روم میٹ لیفٹیننٹ صادق تھا۔ کیپٹن حنیف صاحب چلے گئے وہپن کورس کرکے

عبد الرزاق بھی چلا گیا تھا ہم دوسری جگہ چلے گئے تھے۔ جے ٹی سی میں شفٹ ہو گئے۔ اس کو جب لے آیا تو اس کو بتایا، میں نے کہا ذکر اللہ۔ اُس نے کہا، "ذکر!" میں نے کہا، "ذکرِ قلبی!" جو میں کہوں وہ بیچارہ مجھے بِٹ بِٹ دیکھے کہ کیا کہہ رہا ہے (تو میں نے سانس سے کرکے دکھایا) انگریزی میں کہا This is the way ھٰذاطریقه، وہ بیچارہ نہ عربی جانے نہ فارسی نہ انگریزی نہ اردو۔ میں نے ایسے ایسے کرکے اسکو سمجھایا۔ لائٹیں بند کیں اور پاس بٹھا کر شروع کیا لیفٹیننٹ صادق بھی تھا۔ میں بھی ان دنوں لفٹین تھا۔ ہم نے ذکر کیا۔ جونہی لائٹ جلائی تو اس نے رونا شروع کیا۔ ہائے ھٰذا طریق رسول اللہ ﷺ۔ ھٰذا طریق رسول اللہ ﷺ۔ چیخیں مارے۔ میں نے اُس کو پکڑا۔ میس کا علاقہ، سارے فوجی سوئے ہوئے۔ سارے افسروں کا علاقہ۔ میں نے کہا تیرا خدا بھلا کرے۔ وہ روئے جائے چیخ چیخ کے۔ ہم پچھلے کمرے میں ذکر کررہے تھے جو اسٹور تھا۔ میں نے کہا او خدا کے بندے خاموش! اس کو خاموشی کی بھی سمجھ نہ آئے پھر کہا Please keep quiet اوروہ چھلانگیں مارے اور یہی کہے جائے ھٰذا طریق رسول اللہ ﷺ!

تہجد میں میں نے اس کو نہیں اٹھایا۔ فوج (Army) میں آپ کسی غیر ملکی (فارنر) کو ساتھ ٹھہرا نہیں سکتے تھے۔ عام مہمان نہیں ٹھہرا سکتے وہ تو فارنر تھا۔ صبح میں duty پہ چلا گیا مل ملا کے۔ صبح اس کی گیارہ بجے کی فلائٹ تھی۔ بیٹ مین سے کہا کہ مہمان ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔ اس نے ناشتہ واشتہ کرایا پھر وہ چلا گیا۔ حاجی صاحب ترکی زبان جانتے تھے۔ وہ ترکی میں وقت لگا کر آئے تھے تو ہم ڈیڑھ بجے

واپس آئے تو دیکھا حاجی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسے چھوڑ کر ائیر پورٹ سے سیدھے یہیں آگئے تھے۔

انہوں نے پوچھا کیا حال ہے بیگ صاحب، خیر ہے؟ اس کو رات کو آپ نے کیا کرایا؟ میں نے کہا کس کو۔ انہوں نے کہا وہ ترکی کو۔ میں نے کہا کیوں؟ مجھے بھی بتائیں وہ سارے رستے روتا ہوا گیا۔ وہ طریقہ کیا بتایا ہے آپ نے وہ سارے رستے روتا ہوا گیا ہے۔ روئے جائے روئے جائے سارے رستے۔ میں نے کہا حاجی صاحب آپ کو نہیں بتانا ہے۔ میں نے اسی کو بتایا تھا۔ یہ بات کوئٹہ کی ہے۔ مگر یہ کہ والہانہ میرے دل میں شوق کہ میں سیالکوٹ جاؤں اور ماں باپ کو کراؤں۔ ابا جی پہلے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں میاں صاحب شرقپور سے بیعت تھے تو میں تو پڑھا ہوا تھا۔ پٹے کرائے ہوئے۔ شلوار قمیض میں گھر گیا۔ والد صاحب نے میرا حلیہ دیکھا۔ پٹے دیکھے تو دیکھ کے کہتے ہیں۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ میں نے کھایا نہ پیا شروع ہو گیا۔ میں نے کہا ابا جی یہ اس طرح بزرگ ہیں۔۔۔ ہاں ایک واقعہ میری شادی کا پیش آیا۔ ابا جی نے مجھے خط لکھا کہ تمہاری منگنی کرنا چاہتے ہیں فلاں جگہ۔ تو میں نے کہا ابا جی اگر اجازت ہو تو ایسی ہستی سے میرا تعارف ہوا ہے جو رسول اللہ ﷺ تک رسائی رکھتے ہیں ان سے پوچھ لوں۔ انہوں نے کہا ہاں بیٹا پوچھ لو۔ پھر میں نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا۔ ابھی حضرت کو دیکھا نہیں تھا۔ کوئٹہ سے خط لکھا تھا۔ حضرت کا فوری جواب آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ "رشتہ کر لو بہتر ہے۔ مگر قدرے کدورت نظر آتی ہے۔ مومن ہر آنے والے کام کو اللہ کے توکل پر چھوڑتا ہے"۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ شادی کے عین ہفتہ بعد کدورت صاحبہ مع لوازمات کے پہنچ گئیں اور شادی

کی ساری خوشیاں گُھر ہو گئیں۔ایک دفعہ معمول کر رہے تھے تو کسی نے دیکھا کہ آپ تو لفٹین صاحب اقربیت پہ پہنچے ہوئے ہیں۔میں نے کہا میں تو چھت کا واقف نہیں تو اقربیت۔۔۔ انہوں نے پوچھا کرایا کس نے ہے؟ میں نے کہا میں تو آپ کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔انہوں نے حضرت کو خط لکھا۔حضرت نے جواب دیا کہ میں نے خود کرایا ہے یہاں سے (یعنی چکڑالہ سے)۔ محبت بے پناہ تھی۔ چنانچہ جب میں سیالکوٹ گیا تو میں بڑا خوش۔خوشی سے لبریز! میں نے **دلائلُ السلوك** کھولی اور ابا جی کے سامنے پڑھنا شروع ہو گیا۔ابا جی نے کہا۔ اللہ ہی خیر کرے او تو لفٹین۔۔۔ ابا جی کا غصہ بڑا سخت تھا۔ بہت متشدد تھے۔۔۔ یہ تونے کیا شروع کر یا۔ او تو پیر پرست، فلاں ڈِھینگ۔۔۔۔سردی شروع ہو چکی تھی۔ غالباً اکتوبر/نومبر تھا۔میرے تو لینے کے دینے پڑ گئے۔میں اتنی محبت سے، خوشی سے شروع ہوا۔ابا جی نے کہا۔ بندکر کتاب! میں نے کتاب بند کی۔کھایا نہ پیا۔ بڑی مشکل پڑگئی۔انگیٹھی جل رہی تھی۔ابا جی آگ سینک رہے تھے۔وہ بھی بے چارے انہوں نے پرانے پیروں کو دیکھا ہوا تھا جنہوں نے ایسے لچھن چھوڑے ہوتے ہیں۔قبیل ہی ساری بدنام ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا ابا جی، آپ میرے والد صاحب ہیں، میری ایک عرض یہ ہے۔اگر آپ میری بات مانیں تو ابھی آزمائش کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا؟ میں نے کہا یہ آگ جل رہی ہے نا۔ اس کتاب کو اس آگ میں رکھ دیتے ہیں اگر جل گئی تو جو آپ کا حکم ورنہ یہ جلے گی نہیں۔یہاں تک میری حالت۔کہنے لگے،بےوقوف نہ ہو تو بالکل تو۔۔۔ بجائے وہ appreciate کرتے انہوں نے کہا یہ تو بالکل ہی خنّاس ہو گیا ہے۔ بالکل ہی

اس کا دماغ out ہو گیا ہے۔ بڑی مشکل سے میں دو تین راتیں ٹھہرا۔ پھر یونٹ میں کاکول چلا گیا۔

حضرت سے میرا رابطہ تھا۔ خط و کتابت تھی۔ حضرت کے خط یاد ہیں ان دنوں، میں تو کورس سے واپس گیا تھا۔ لکھا تھا:

"عزیزم جب تک ملاقات نہ ہو تو بات مکمل نہیں ہوتی۔ اس میں صحبتِ شیخ ضروری ہے۔ اس رستے میں ملاقات بہت ضروری ہے۔"

اور میں ملاقات کے لئے تڑپ رہا تھا۔ حضرت ان دنوں اجتماع پر کراچی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ یہ بات 1968ء کے اکتوبر/نومبر کی ہے۔ اب میں نے چھٹی لی۔ مجھے حضرت نے خط لکھا عزیزم آپ لاہور فلاں جگہ تشریف لا سکو تو آجاؤ۔ وہاں نہیں آسکتے تو جہلم فلاں جگہ آسکو تو آجاؤ۔ جہلم میں نائیک قادری صاحب ان کا نام تھا۔ وہاں نہیں آسکتے تو چکوال مولوی سلیمان صاحب ہیں وہاں تشریف لے آؤ۔ حضرت نے تینوں مقامات کے address لکھے۔ میں نے بڑی مشکل سے چھٹی لی اور چھٹی لے کر میں نے لاہور کا پروگرام بنایا۔ اب جب حلقے میں آئے تو پتہ چلا داتا صاحب کیا ہستی ہیں۔ ساری ہستیوں سے آہستہ آہستہ تعارف شروع ہوا ورنہ جب کبھی لاہور گئے تو داتا صاحب کی خدمت میں حاضر ہی نہیں ہوئے تھے۔ اکوڑہ خٹک میں ہمارا کیمپ لگا ہوا تھا Bridging Camp کشتیوں کا پُل بنانا۔ وہاں کیمپ میں کافی civilian بھی تھے۔ ایک بابا تھا موٹی عینک، لمبا قد، سوکھے بال کَشتیوں کو پینٹ وغیرہ لگا رہا تھا۔ میں پاس سے گزرا۔ ہم نے پی ٹی شوز پہنے ہوئے

تھے۔ دریائے کابل پہ ہماری ٹریننگ ہو رہی تھی۔ جب دریا پہ ٹریننگ کر تے ہیں تو پی ٹی شوز پہن کر کرتے ہیں۔ ہمارا جو آفیسر کمانڈر تھا وہ تاش کھیلنے کا بے حد شوقین تھا۔ ٹریننگ کے سارے کام میں ہی کرتا تھا۔ دریا پہ جانا، آنا۔ یونٹ کی ساری ٹریننگ کو سنبھالنا۔ جب میں اُس بابا جی کے پاس سے گزرا تو مجھے دیکھ کر وہ بابا جی کہنے لگے کہ پاس سے گزر جاتے ہیں۔ پہچانتے نہیں ہیں۔ میں نے کہا بابا جی السّلام علیکم کیاحال ہے آپ کا۔ وعلیکم السّلام کہنے کے بجائے کہتے رہے (دوبارہ) پاس سے گزرجاتے ہیں۔ کسی کو پہچانتے نہیں ہیں۔ میں نے کہا باباجی میں تو آپ کو جانتا نہیں کہ کون ہیں۔ بابا جی کے ساتھ والے جو پینٹ لگا رہے تھے انہوں نے بتایا یہ تو دس سال سے روزے رکھ رہے ہیں۔ ہر روز دس پارے تلاوت کرتے ہیں اور کئی ہزار دفعہ لاإلہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کیا حال ہے آپ کا۔ خیریت سے ہیں۔ وہ کشتی پہ پینٹ لگائے جا رہے ہیں اور کہے جارہے ہیں کہ ” ہم رات ہر بات معلوم کر لیتے ہیں ہم تو ہر بات رات معلوم کر لیتے ہیں۔ ہم تو ہر بات رات معلوم کر لیتے ہیں“۔ اب میں دو دن کے بعد چھٹی لے کر جا رہا تھا حضرتؒ جی کی خدمت میں۔ یہ نہیں کہ خدا نخواستہ کوئی شک تھا یا شبہ تھا نہ کبھی الحمدللہ ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ ہیں۔ بابا نے کہا ہاں! ہم رات معلوم کر لیں گے۔ ہم رات معلوم کر لیں گے۔ لگا ہوا (کام میں) میری طرف دیکھ نہیں رہا۔ دیکھ کشتی کی طرف رہا ہے۔ باتیں مجھ سے کر رہا ہے۔ ہاں! ہم رات معلوم کر لیں گے۔ دوسرے دن مجھے یاد نہیں رہا پھر وقت گزر گیا۔ تیسرے دن جو اگلا دن تھا اس رات مجھے حضرت کی خدمت میں جانا تھا۔ اب اندازہ کریں کہ میرے دل میں

کیا (تڑپ)۔ میں واقعہ اسی لئے سنا رہا ہوں کہ تڑپ کی کیا حالت تھی کہ میں کس طرح سے لپک کے جاؤں۔ اڑ کے جاؤں، کس طرح میں پہنچ جاؤں۔فوجی چیزیں حائل تھیں۔اُف۔۔۔ اگلے دن میں بابا جی سے نہیں مل سکا۔اس کے اگلے دن میں گزرا۔تو پھر کہا کہ پاس سے گزر جاتے ہیں۔میں نے کہا بابا جی کیا حال ہے۔ آپ نے معلوم کیا۔ کہنے لگے ۔ہاں ہاں ہم نے معلوم کیا۔ ہاں ہاں ہم نے معلوم کیا۔"وہ تو اپنے وقت کے بادشاہ ہیں۔وہ تو اپنے وقت کے بادشاہ ہیں" پینٹ لگائے جا رہا ہے میری طرف نہیں دیکھ رہا (مگر کہے جائے) "وہ تو اپنے وقت کے بادشاہ ہیں"۔میں نے کہا بابا جی میں آج ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔تو بابا جی نے کہا "میرا بہت بہت سلام۔ میرا بہت بہت سلام۔خدمت میں عرض کریں"۔

میں نے رات کو چھٹی لی۔پشاور سے دوبسیں چلتی تھیں رات کو آٹھ بجے جی۔ٹی۔ایس۔ میں نوشہرہ بذریعہ جیپ گیا۔مجھے ایک رات کی چھٹی ملی تھی۔ایک رات سفر کی تھی اس سے اگلی رات کی چھٹی تھی۔چھٹی فوج میں ملتی نہیں تھی۔میں لاہور پہنچا صبح فجر کی نماز پہ۔گنبدِ خضرا والی جو مسجد ہے۔اس مسجد میں جا کے وضو وغیرہ کیا۔ فجر کی نماز جماعت سے پڑھی۔ باتھ روم میں جا کے کپڑے چینج کئے۔ پینٹ کے علاوہ آپ سفر نہیں کر سکتے تھے۔شلوار قمیض پہنی۔ بیگ جو تھا اس میں میری صرف پینٹ شرٹ تھی۔الحمدللہ جب میں حلقے میں آیا تو پہلا کام جو مجھے وہاں نصیب ہوا کہ بازار کی کوئی چیز نہیں کھانی چاہے بھوکا مر جاؤں۔بھوک زیادہ ہوئی تو پھل کھا لینے ورنہ کوئی شوق نہیں۔ پہلے بھی نہیں تھا۔الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے بچایا اپنے فضل وکرم سے۔ میں نے بیگ وہیں چھوڑا۔میں سمجھا کہ داتا صاحب یہاں سے قریب ہے ۔

حضرت عوامی ٹرین میں تشریف لا رہے تھے۔ساڑھے دس بجے ٹرین آنی تھی ۔ ابھی کافی وقت تھا۔ میں نے کہا میں داتا صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرلوں۔ پتہ تھا بہت بڑی ہستی ہیں۔ روحانی متصرف ہیں لاہور کے اور اونچے منازل ہیں۔ پہلے تو ان ہستیوں کا پتہ ہی نہیں تھا۔ پہلا چوک آیا، صبح کا ٹائم نہ ٹانگے نہ گھوڑے۔ایک سے پوچھا داتا صاحب کا دربار کہاں ہے؟ اس نے مجھے غور سے دیکھا کہ یہ بندہ کہاں سے آیا ہے جسے داتا صاحب کے دربار کا پتہ نہیں۔اُس نے کہا آگے چلے جاؤ۔ پھر اگلا چوک آ گیا۔ کافی دُور فاصلہ تھا۔ چلتے چلتے خیر وہاں پہنچے۔حضرت کی خدمت میں گیا۔ سلام عرض کیا کہ حضرت گستاخی معاف میں لاہور پہلے سینکڑوں دفعہ آیا ہوں۔آپ کی خدمت میں کبھی نہیں آیا۔ پتہ ہی نہیں تھا۔یہ نہیں کہ کوئی کشف تھا۔ میں اپنی طرف سے one way traffic کی طرح لگا رہا۔ پندرہ بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ بیٹھ کے حضرت سے اجازت لے کر واپس ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ واپسی کا رستہ پتہ تھا۔ میں نے فوجی طریقے سے چلنا شروع کیا پہنچتے پہنچتے دس بجے ٹائم ہو ہی گیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کوئی شے کھائی تھی۔ نہ چائے پی تھی۔الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا، کرم تھا۔ اب جونہی ریلوے اسٹیشن پہ پہنچا تو، فوجیوں کو یہ سہولت ہوتی ہے کہ وہ ٹکٹ کے بغیر بھی اندر گھس جاتے ہیں۔ ان کو سرکاری طور پر اجازت ہوتی ہے۔ میں اندر گیا تو مجھے یہ خیال آیا کہ یا اللہ ٹرین پہ استاد تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے تو حضرت کو دیکھا ہوا نہیں ہے۔ٹرین پہ تو بے شمار مخلوق ہوتی ہے سینکڑوں لوگ ہوتے ہیں پتہ نہیں میں کیسے پہچانوں گا۔ نہ کسی لاہور کے ساتھی کو ملا تھا نہ لاہور کا کوئی ساتھی مجھے جانتا تھا۔۔۔ایک دم مجھے خیال آیا کہ پہچانوں گا کیسے؟

اُس زمانے میں سب رومال باندھتے تھے۔ٹوپیاں پہنتے تھے۔پگڑیاں باندھتے تھے۔ کیسے پہچانوں؟ یہ خیال آتے ہی میں تھوڑا پریشان ہوا۔ دیکھا،ایک شخص داڑھی والے بیگ ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں۔ میں ان کے پاس سے گزرا اور پوچھا حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب اس ٹرین پہ تشریف لا رہے ہیں؟ اس نے کہا ہاں استاد اسی گاڑی سے آرہے ہیں۔ اب میں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا مگر دیکھ اسی کی طرف رہا تھا۔ جدھر یہ جائے گا۔ ادھر میں بھی جاؤں گا۔میں چھپ کے اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ٹرین الحمدللہ آئی۔ دل کی دھڑکن کا کیا حال ہو گا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں ٹرین آئی گاڑی کھڑی ہوئی تووہ بندہ ایک ڈبے کی طرف گیا تو میں نے دیکھا (سب سے پہلے) کسی ساتھی نے کھڑکی سے کتابیں پکڑائیں۔سامان سارا پکڑایا۔(ہمارے حضرت کو میں نے دیکھا زندگی بھر ایک شوق رہا ''کتابوں'' کا جب کراچی جانا توکتابیں خریدنی۔ جب سعودیہ جانا مکہ مکرمہ توکتابیں ہی خریدنی۔)

اندر سے کسی نے کہا کوئی ساتھی اوپر نہ آئے۔ حضرت خود نیچے تشریف لائیں گے۔میں نے دیکھا پانچ چھ بزرگانِ دین۔ سب نے پگڑی باندھی، لمبے کرتے پہنے ہوئے۔ پتہ نہیں waiting room میں تھے کہاں سے سارے تشریف لائے۔ اب میری آنکھیں دیکھیں حضرت کو کہ حضرت کون ہیں۔ جونہی حضرت باہر تشریف لائے تو لاہور کی جماعت کے امیر سب سے پہلے حضرت سے ملے۔ جس محبت عقیدت سے ملے، میں سمجھ گیا کہ یہ ہمارے حضرت ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اورملے دوسرا شخص جو حضرت سے ملا وہ میں تھا۔لفٹین تھا کپتان ہوگیا تھا الحمدللہ۔جیسے بتایا آپ سوچ نہیں سکتے کس

طرح کا قوی ہوتا تھا۔ وہ بڑے پریشان کہ یہ بندہ کون ہے۔ سامان پکڑا، چار نمبر پلیٹ فارم پر گاڑی کھڑی تھی۔ باہر آئے ٹانگے کرائے۔ پیسہ اخبار کے محلے میں ایک ساتھی تھا مسقط میں سروس کرتا تھا شاید۔ اس کے گھر میں قیام کا بندو بست تھا۔ حضرت کے ساتھ چار پانچ ساتھی لاہور کے تھے۔کُل دس ساتھی ہوں گے یا بارہ۔سامان رکھا دو ٹانگے کرائے۔حضرت کو اگلے ٹانگے کے آگے بٹھایا۔ میں ڈر کے مارے ساتھ نہیں بیٹھا۔ میں پچھلے ٹانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا تاکہ میں حضرت کی طرف دیکھتا رہوں۔ پتہ نہیں تھا ساتھیوں کا۔ نہ ان میں سے کسی نے پہچانا نہ میں نے کسی کو پہچانا۔ گلی کے اندر ٹانگے سے سامان اتار کر رکھا۔ ساڑھے دس ٹرین پہنچی تھی۔ وہاں پہنچتے ساڑھے گیارہ، پونے بارہ ہوگئے۔ حضرت کا زندگی بھر کا معمول تھا کہ دوپہر سے پہلے کھانا کھالیتے تھے۔ ناشتہ معمولی کرنا گیارہ بجے کھانا کھا لینا اور مغرب کی نماز سے پہلے رات کے کھانے سے ہمیشہ فارغ ہو جاتے تھے۔ یہاں جو ہماری روٹین ہے (مرشد آبادمیں) ہم حضرت کی سنت کے مطابق کھانا کھاتے ہیں۔ جاتے ہی کھانا تیار تھا۔ کھانا آگیا۔ اب مجھے ابھی تک یاد ہے چھوٹا سا کمرہ تھا ساتھ اسٹور تھا۔اس میں حضرت کی چارپائی بچھا دی۔ سیڑھیاں تھیں اوپر اہلِ خانہ کی اہلیہ تھیں۔ شاید بچہ کوئی نہیں تھا۔ (کھانا اس نے تیار کیا دس بارہ ساتھیوں کا) کھانا آیا تو کھانا انہوں نے رکھا۔ میں حضرت کے سامنے بیٹھا کبھی کبھی آنکھ اٹھا کے دیکھ لوں پھر نیچے آنکھیں کر کے بیٹھ جاؤں۔ کھانا حضرت کے آگے رکھا گیا۔ ہم سفر سے آئے تھے۔ مجھے بھی شدید بھوک لگی تھی۔ساری رات سفر کیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ کچھ کھایا پیا تھا۔سارے

مسافر تھے۔ وہ جو پیالہ میرے آگے رکھتے تو میں اگلے کے آگے رکھ دوں۔ میں نے جیسے بتایا کہ تبرک کھانے کی بچپن سے مشق تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سیکھے ہوئے تھے۔ ان کو میں نے یہ ظاہر (show) کیا کہ میں نے کھانا نہیں کھانا۔ انہوں نے سوچا ایک پیالہ رکھا دوسرا رکھا تو یہ بندہ کھاتا نہیں ۔ چپ سارے ساکت۔ حضرت نے آرام سے کھانا تناول فرمایا۔ قربان جاؤں۔ واحد ہستی دیکھی دنیا میں جس نے کھانے کو اللہ کی نعمت سمجھ کے کھایا۔ واحد ہستی، مجال ہے کہ کوئی لقمہ توڑا ہو جب تک پہلا نگل نہ لیا ہو۔ جب وہ نگل لیا پھر دوسرا توڑا۔ جب وہ نگل لیا پھر تیسرا توڑا۔۔۔ اس طرح روٹی پکڑ لینی اور اس طرح آرام سے توڑ کے کھانی۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ حضرت کتنی روٹی کھاتے ہیں۔ کبھی بھی اُن کو ڈیڑھ روٹی سے زیادہ کھاتے نہیں دیکھا۔ کبھی بھی نہ رات کے کھانے میں نہ دن کے کھانے میں۔ گوشت کم کھاتے تھے اسے رکھ چھوڑتے تھے۔ شوربے سے اور سبزی سے کھانا پسند فرماتے تھے۔ پالک بہت پسند تھی۔ پالک گوشت۔ گوشت بھی کھاتے تھے مگر نرم۔ جونہی حضرت نے ہاتھ ملے اور چنگیر (روٹیوں کے لئے تنکوں کی بنی ہوئی) ذرا سی ایسے کی تو میں سمجھ گیا حضرت نے کھانا کھا لیا۔ میں نے فوراً اُسی جگہ سے کھانا شروع کردیا۔ روٹی بچی تھی۔ وہ سارے دیکھتے رہ گئے کسی کو کوئی جرأت نہیں ہوئی۔ وہ سمجھے پتہ نہیں یہ بندہ حضرت کے ساتھ ہی آیا ہے۔ حضرت سمجھے لاہور کا کوئی بندہ ہے۔ میرا کوئی واقف، کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ میں نے الحمدللہ سارا تبرک۔ ساری روٹی جو بچی تھی کھالی۔

کھانا کھاتے کھاتے ظہر کی نماز کا ٹائم ہو گیا ایک مقامی ساتھی نے کہا کہ ساتھی وضو کرلیں۔ ساتھ ہی چھوٹی سی مسجد تھی ہر کوئی وضو کرنے گیا۔ وہ بندہ جس نے اسٹیشن پہ تھیلا پکڑ اتھا وہ بھی ساتھ تھا۔ وہ ریٹائرڈ فوجی تھا۔ وہ میری فوجی کٹ سے سمجھ گیا کہ بندہ کوئی فوجی ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ پٹے کرالئے تھے۔ والد صاحب جب پیچھے پڑے تو دوسرے دن نائی سے حجامت کرا لی تھی۔

جب ساتھی سارے مسجد میں وضو کرنے کے لئے گئے تو مجھے کہا آپ بھی وضو کر لیں۔ میں نے کہا میرا وضو ہے۔ میں الحمدللہ جب واپس آیا داتا صاحب سے مجھے نہیں یاد کہ میرا وضو ٹوٹا ہو۔ انہوں نے کہا تازہ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتاہے۔ میں جلدی سے مسجد گیا۔ مسجد میں سارے لوگ گلے مل رہے تھے۔ حال احوال پتہ کر رہے تھے۔ مجھے کوئی مقامی یا مسافر نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے سلام ضرور کیا۔ مگر مجھ سے گلے کوئی نہیں ملا۔ استنجے کی حاجت کوئی نہیں تھی میں نے وضو کیا اور جلدی سے واپس آگیا۔ میری نیت کہ میں استادوں کو وضو کراؤں۔ حضرت باتھ روم سے فارغ ہوچکے تھے اور وضو شروع کر چکے تھے کہ میں پہنچ گیا۔ میری نیت کہ میں وضو کراؤں۔ وہ حیران کہ بندہ وضو کرنے گیا تو کر کے بھی ایک دم واپس آ گیا۔

نماز ظہر کی پڑھی۔ نماز پڑھتے ہی چائے آگئی۔ حضرت کا معمول تھا کہ حضرت ظہر کی نماز کے بعد چائے پیتے تھے۔ ہم آج کل (مرشد آباد میں) ظہر کی نماز کے بعد چائے پیتے ہیں۔ چائے آگئی اوپر سے چینک میں اور ساتھ کپ آگئے۔ میں نے پکڑ کر حضرت کے سامنے رکھ دی۔ چینی بھی ساتھ ہی تھی۔ چائے میں

نے ڈالی۔ چینی حضرت کے سامنے ساتھ رکھ دی۔ اب میں دیکھوں مگر مجال ہے حضرت کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالی جائیں ۔اشارے سے دیکھنا۔ حضرت نے ایک چمچہ ڈالا، دوسرا ڈالا، تیسرا ڈالا۔ تین چمچے حضرت چینی کے ڈالتے تھے۔ حضرت نے چائے نوش فرمائی۔ اَوروں کے لئے بھی چائے آئی۔ پھر جس نے مجھے پیالا دیا اس کی طرف دیکھ کے (چائے ڈالی) باقیوں نے بھی چائے پی لی اپنی۔ (پھر حضرت کے پیالے میں دوسری بار چائے ڈالی) تین چمچ میں نے ڈال دیئے۔ ہلاکے دیا کہ میں سمجھ گیا کہ حضرت تین چمچ چینی نوش فرماتے ہیں۔ دوسرا کپ بھی حضرت نے پی لیا۔ میں نے پوچھا حضرت اور ڈالوں۔ دوسرا بھی میں نے پوچھا کہ مجھے نہیں پتہ تھا کہ ایک پئیں گے یا دو پئیں گے۔انہوں نے اشارہ فرمایا ڈال دیں۔ میں نے تیسرا کپ ڈال دیا چینی ہلاکے۔ پہلے انہوں نے ایسے پکڑا پھر پکڑنے کے بعد مجھے پکڑا دیا۔ جس جگہ سے حضرت چائے پی رہے تھے میں نے اسی جگہ سے چائے پینی شروع کردی۔ میرا جی چاہے کہ میں اس کپ کو کھا جاؤں جہاں سے حضرت جیؒ نے چائے پی تھی۔ اب باقی ساتھی سارے، لاہور کے امیر صاحب بھی سوچنے لگے کہ کھانا بھی کھا گیا اور اب چائے بھی حضرت نے خود ہی دے دی۔ یہ نوجوان لڑکا سا کہاں سے آ گیا ہے۔ ان سے نہیں رہا گیا۔ برداشت نہیں ہوا۔ مولوی فضل حسین امیر جماعت لاہور مجھ سے پوچھتے ہیں آپ کوئی طالب علم لگتے ہیں۔ وہ سمجھے کہ کسی یونیورسٹی سے اٹھ کے آ گیا ہے۔ یا تو آپ سنت کے مطابق پٹے کرا لیں یا سر کے بال صاف کرا لیں۔ میں کچھ نہیں بولا ۔ چپ! (بالکل) بات تو انہوں نے سنت کی کہی۔ اور ہمارے استادسنت کی انتہائی

پیروی فرمانے والے، کرانے والے اور کرنے والے۔ اور میں نے تو پہلے دن ہی پٹے کرالیے تھے۔ میں نہیں بولا۔ حضـــرت فرماتے ہیں کہ ”مولوی صاحب یہ اس طرح بھی لگے رہیں تو بڑی بات ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ ان کو پہچانے کون۔ یہ وہی کپتان صاحب ہیں جن کے بارے میں میں نے آپ کو خط لکھا تھا“۔

(وہ بولے) اچھا! بیگ صاحب ہیں۔

حضـــرت نے انہیں خط لکھا تھا کہ بیگ صاحب آئیں گے لاہور آپ کے پاس۔ حضـــرت نے مجھے بھی لکھا تھا کہ وہاں جانا۔ جگہ نہ ملے تو لاہور جماعت کے ساتھ رہنا۔ جماعت آئے گی ان کے ساتھ آجانا۔ وہ صاحب میرے خط کا انتظار کرتے رہے کہ حضـــرت نے خط لکھا ہے۔ مجھے چھٹی کوئی نہیں تھی۔ میں بتا رہا ہوں کہ کیپٹن صاحب کا ہونا جماعت میں ایسے ہی تھا جیسے بندہ ابھی کہے کہ فیلڈ مارشل ایوب خان حلقے میں آ گیا ہے۔ جناب سب گلے ملے۔ بس! میں آپ کو کیا بتاؤں ---

وہ ایک رات جو حضـــرت کے ساتھ میں رہا۔ میں نے وہ کیفیت دو چِلّوں میں محسوس نہیں کی۔ وہ محسوس ہو نہیں سکتی۔ وہ چیز ہی اور تھی۔ حضـــرت کے ساتھ میں جہلم تک آیا۔ حضـــرت کو چھوڑا۔ پھر جہلم کے بعد پنڈی گیا۔

بزرگو دوستو! میں آپ کو کیا بتاؤں۔ ان گنہگار ہاتھوں سے میں نے حضـــرت کو قبر مبارک میں اتارا۔ اپنے ہاتھ سے حضـــرت کو نہلایا کفنایا۔

اس گنہگار انگلی سے میں نے حضرت کے دانت مبارک صاف کیے۔ اور سارا وجود۔۔۔ غسل جو آخری حضرت کو دیا میں نے اپنے ہاتھوں سے اللہ کے فضل سے۔ اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا۔ اب بزرگو دوستو میں کئی سال تک یہ ہی دعا مانگتا رہا تھا یوں دعا مانگتا تھا کہ:

"یا اللہ میرے استادوں کو لمبی عمر عطا فرما۔ ہماری عمر بھی حضرت کو لگا"۔

حضرت کو دفنانے کے باوجود میرے سے دعا نہیں رکی۔بار بار یہی دعا کئی سال تک میری زبان پہ رہی۔ یہ واقعہ ہے میرا حلقے میں آنے کا۔آپ نے پوچھا تھا کہ کیا واقعہ تھا۔(حضرت جی بیگ صاحب پر یہ کہہ کر رقت طاری ہوگئی)

کیا بتاؤں میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر فضل فرمایا کرم فرمایا۔ خط زبانی یاد ہوگیا۔ یہ خط میں نے سب کو سنایا ہے۔ انڈیا قیدمیں بھی، میرے پاس خط نہیں تھا۔ یہ خط مجھے زبانی یاد تھا۔ میرے سینے میں تھا۔ یہ خط قید میں سنایا۔ یہ خط کینیڈا میں سنایا۔ یہ خط امریکہ میں سنایا۔ یہ خط الحمدللہ پاکستان کے گوشے گوشے میں سب حلقے کے ساتھیوں کو۔ جب ساتھی سنتے تھے۔۔۔ بندہ سُن کے ہل جاتا ہے کوئی شک نہیں۔ اب آپ کو اللہ تعالیٰ، مجھ کو بھی، آپ سب کو بھی اور پوری جماعت کو میرے مولیٰ ہر آزمائش سے بچائے اور جماعت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ جماعت کیا ہے۔یہ عام جماعت نہیں ہے یہ عام لوگ نہیں ہیں۔ یہ عام Category

نہیں ہے۔ یہ ہٹ کے ہے۔ پُر آزمائش ہے۔پُرخار ہے۔رستے اس کے اس طرح سے ہیں خار سے پُر ہیں۔ جماعت پوری پوری توجہ مانگتی ہے۔ یاد رکھنا یہ Touch System نہیں ہے آپ آئے Touch کیا اور۔(چلے گئے) دیکھو زندگی سے ہر ایک نے جان چھڑانی ہے۔ ہر ایک کی جان چھوٹنی ہے۔ ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے کہ روز محشر جو کام آنے کی چیز ہے وہ قلبِ سلیم ہے۔ نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے کام آئیں گے اور ہر مال کی دوڑ کو، ہر اولاد کی دوڑ کو سمجھو۔ اور قلبِ سلیم کی جو توفیق ملی ہے اس کو سمجھو۔کہیں توفیق سلب نہ ہوجائے۔ ڈر اس بات کا ہے۔ اتنی سی بات اگر پوچھ لی جائے گی کہ بتا نہیں دیا تھا کہ مال کام نہیں آئے گا۔ یا اللہ بتا دیا تھا۔۔کیا بتا نہیں دیا تھا کہ اولاد کام نہ آئے گی! (انسان کہے گا) یا اللہ بتا دیا گیا تھا۔کیا بتا نہیں دیا تھا کہ قلبِ سلیم کام آئے گا۔ (کہے گا) یااللہ جی بتا دیا تھا (پھر)کتنی محنت کی تھی قلبِ سلیم کے حاصل کرنے کی؟ اس کا جواب آپ سب تیار رکھو!

کہنے کی بات نہیں ہے۔ نہ Repeat کرنے کی۔ نہ دہرانے کی بات ہے۔سمجھنے کی بات ہے۔ اپنے ڈگر دیکھو۔ دیکھو دنیا آج تک کسی کے ساتھ نہیں گئی۔فرعون بھی آیا قارون بھی آیا۔نمرود بھی آیا۔ ھامان بھی آیا۔ ہمارے قریبی دور میں ایوب خان بھی آیا۔ بھٹو بھی آیا سارے آئے۔ پرویز مشرف بھی چلا گیا۔ سب اکیلے جائیں گے۔ جان ساتھ لے جانے کی چیز ہے۔ یہ مال و متاع یہ بلڈنگیں، کاریں، کوٹھیاں نہیں ہیں۔ اندرجو مہمان (روح) ہے۔ اسکی خاطر تواضع کر لو۔ اس کے اندر قوت پیدا کر لو۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کام آنے کی ہے۔ ایک ایک ضرب کام آنی ہے۔

یاد رکھنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں مرشد آباد جاؤں گا تو ضربیں لگ جائیں گی۔ گھر میں اللہ اللہ نہ چھوڑنا۔ یہ نعمتِ عظمیٰ سمجھنا قلبی جوڑ رکھنا۔ یہ دولت ربط مع القلب الشیخ سے نصیب ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم آچکا ہے:

وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔

الحمد للہ